دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ

مدیر مسئول: مولانا سمیع الحق

پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے کی مناسبت سے تاریخی دستاویذات اور ناقابل تردید حقائق کا مرقع

ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ کا خصوصی شمارہ

پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے کے سلسلے میں برصغیر میں اسلامی اور دینی صحافت کا علمبردار جریدہ ماہنامہ "الحق" نے ایک تاریخی دستاویز کے طور پر خصوصی نمبر شائع کردیا ہے۔ جس میں ملک وملت کے چوٹی کے مقالہ نگار اور مضمون نویس حضرات نے حصہ لیا ہے۔ ان مقالہ نگاروں میں علماء کرام کی نگارشات دورحاضر کے مشہور محققین، پروفیسرز، سکالرز، ڈاکٹرز اور دیگر دینی وقومی درد رکھنے والے حضرات شامل ہیں۔ انشاء اللہ موضوعات کی آفاقیت اور اہمیت کے اعتبار سے "الحق" کا یہ خصوصی نمبر آپ کو علم اور تحقیق کے نئے گوشوں اور زاویوں سے متعارف کرائیگا۔

موضوعات

★ پچاس سالہ روداد سفر ★ کیا پایا؟ کیا کھویا ★ پاکستان کی ضرورت کیوں؟
★ مقصد تخلیق پاکستان سے مسلسل انحراف ★ کیا ملک میں مغربی جمہوریت کا تجربہ کامیاب رہا۔
★ "گولڈن جوبلی" اور پاکستان ★ کیا واقعی سرسید دوقومی نظریہ کے بانی تھے؟
★ تحریک آزادی وتحریک پاکستان میں علماء کا روشن کردار ★ نظریہ پاکستان اور بانی پاکستان
★ آزادی کا مفہوم ★ ہمارے پچاس سالہ کارنامے ★ ملک تو بن گیا مگر قوم؟
★ مسلسل ناکامیوں کی داستان الم ★ پاکستان میں جمہوریت کا مستقبل۔

اسی طرح دیگر معلومات افزا اور سنسنی خیز انکشافات اور تجزیے

دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

صفحات: 164 قیمت صرف =/35 روپے

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ــــــ 33
شمارہ ــــــ 7
ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
اپریل ۱۹۹۸ء

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز	مولانا سمیع الحق صاحب	۲
تذکرات	مولانا ابراہیم فانی	۸
یادرفتگان	ادارہ	۱۲
ملت کی تشریح اور اسکی موت وحیات	علامہ شمس الحق افغانیؒ	۱۳
قرآن مجید کا اہل کتاب سے خطاب	جناب سید جلال الدین عمری	۱۹
امت اسلامیہ کے خلاف یہودی سازشیں	ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی	۳۰
علم فتاویٰ اور کتب فتاویٰ	جناب جلال الدین احمد نوری	۳۸
افغانستان میں طالبان کا جہاد اور حکومت	پروفیسر محمد یونس میو	۴۶
عالم اسلام کے احوال	جناب محسن شمسی، محمد احمد ندوی	۵۳
مسلم معاشرے کا سب سے بڑا اور اہم کردار	مولانا ذاکر حسن نعمانی	۵۷
تبصرہ کتب	م ۔ ا ۔ ف	۶۱

کمپیوٹر کمپوزیٹر :- سجاد خان

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون :- 630435 , 630340 - (0923)

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے ، بیرون ملک 20 $ امریکی ڈالر

پبلشر :- مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

افغانستان کی تحریک طالبان اور امارت اسلامی افغانستان
ملا محمد ربانی اور مولانا سمیع الحق کا خطاب

پچھلے ہفتہ افغانستان کے صدر ملا محمد ربانی تحریک طالبان اور اسلامی امارت افغانستان کے اہم زعماء، وزراء کابینہ کے ساتھ پاکستان کا اہم دورہ کیا۔ قیام اسلام آباد کے دوران ۲۵ مارچ کی شام کو اسلام آباد میں جمعیت علماء اسلام کے قائد مولانا سمیع الحق نے علماء اور اہم صحافی حضرات کے تقریباً ستر رکنی وفد کے ساتھ ملا ربانی اور ان کے ساتھیوں کے درمیان ایک نشست ہوئی۔ اس تعارفی اور استقبالیہ نشست میں قائد جمعیت مولانا سمیع الحق کے استقبالیہ خطاب اور جواب میں ملا محمد ربانی صاحب کے خطاب سے تحریک طالبان کے اہم اہداف و مقاصد، حکومتی طریق کار، آئندہ عزائم پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ دونوں تقاریر اور خطابات من وعن شائع کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ میرے واجب الاحترام عزت مآب جناب ملا محمد ربانی صاحب حفظہ اللہ اور میرے محترم علماء کرام و مہمانان گرامی یہ ہمارے لئے انتہائی خوشی اور سعادت کا موقع ہے کہ آج ہم اپنی سرزمین پاکستان میں اور پھر اپنے ساتھ ایک ایسی جماعت حقہ کو دیکھ رہے ہیں۔ جنہوں نے صدیوں بعد الحمدللہ اس گلشن محمدیؐ کو جو امت محمدیؐ کا اثاثہ ہیں یعنی اسلامی ممالک اس ایک ملک میں شریعت محمدیؐ کی روشنی میں اسلامی نظام کی روشنی میں ایک اسلامی حکومت اور امارت قائم کردی ہے۔ یہ خواب صدیوں کا خواب تھا اور جس کو پورا عالم کفر متفق ہوکر شرمندہ تعبیر نہیں ہونے دیتا اور جہاں اس نے قدم جمائے تھے؛ جہاں اس کے استعماری اور سامراجی ایجنٹ تھے تقریباً ۵۲، ۵۳ اسلامی ممالک سب کے سب ان کے نرغے میں تھے اور مسلمان اپنی دین، اپنی شریعت، اپنے نظام کیلئے تڑپتے ہوئے بھی اس سے محروم رکھے گئے ہیں۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے علیٰ رغم الیہود والنصریٰ، علی رغم الامریکہ والبرطانیہ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو اٹھایا، آپ کی نصرت فرمائی اور آپ کو توفیق دی اور آپ نے ایک سرزمین پر اللہ تعالیٰ کے دین کے قیام کا اعلان فرمایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تاریخ کی سب سے بڑی قربانی کا نتیجہ جو عظیم جہاد افغانستان کی شکل میں چودہ، پندرہ سال دی گئی اور پندرہ لاکھ سے زیادہ افراد شہید ہوئے، لاکھوں افراد برباد ہوگئے۔ افغانستان کے غیور مسلمانوں نے علماء، طلباء اور دیندار لوگوں نے

مسلسل ایک جہاد سے عزیمت واستقامت کا ایک ایسا عظیم باب رقم کیا کہ میرے خیال میں پوری تاریخ میں اتنی طویل قربانی نہیں دی گئی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے جاں بحق ہونیوالے افراد کا جذبہ ایمان تھا، جس نے روس جیسے سپرطاقت کو تہس نہس کیا۔ اس کے بعد ان کی قربانیوں کی بدولت افغانستان آزاد ہوا۔ پھر بدقسمتی سے جہادی قوتوں نے اس عظیم قربانیوں کا احساس نہ کیا اور آپس کے جھگڑوں میں پڑھ گئے۔ اور خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ ہم لوگ پریشان تھے۔ ہماری کوششیں اس وقت بھی تھی۔ جہادی قوتوں کے سارے اکابر ہمارے بھائی تھے۔ انہوں نے اچھا رول ادا کیا تھا۔ لیکن جب لڑپڑے ہم نے پھر اصلاح کی کوششیں کی۔ یہاں کے بہت سے مخلص لوگ جن میں سے ایک جنرل (ر) حمید گل صاحب جو یہاں بھی تشریف فرماہیں، علماء کرام نے حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے امام کو لیکر وہاں بار بار لے گئے کہ یہ لوگ آپس کی خانہ جنگی ختم کرکے اسلامی نظام نافذ کرے۔ امن قائم کریں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت آزادی کی قدر کریں۔ لیکن افسوس ساری چیزیں رائیگاں گئیں۔ ہم پریشان تھے کہ یا اللہ اتنی بڑی قربانی امت کی کیسے ضائع ہورہی ہے۔ پندرہ لاکھ شہید ہوگئے اور میں سوچتا ہوں کہ یا اللہ تیرے دین کیلئے اس سے بڑی قربانی کون دیگا۔ بظاہر یہ لگ رہا تھا کہ وہ قربانی ضائع ہورہی ہے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت ظہور پذیر ہوئی اور وہاں کے بچے طالبان جو باہر کی کوئی قوت نہیں تھی، وہاں کے نونہال تھے، وہاں کے دین کیلئے سرفروشی کا جذبہ رکھتے تھے اور پندرہ سالہ جہاد میں مسلسل حصہ لے چکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ایک مثالی صورت پیدا کی کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اٹھایا سب سے بڑا ہتھیار آپ کا نصرت خداوندی رہا۔ جب سے طالبان اٹھے ہیں نہ خانہ جنگی ہوئی نہ محاذ آرائی ہوئی نہ خون بہا اللہ تعالیٰ نے نصرت کے دروازے کھول کر پوری زمین ان کیلئے مسخر کردی اور آج الحمدللہ ایک اسلامی حکومت قائم ہوچکی ہے۔ طالبان کے بارے میں یہاں بھی پہلے مختلف خدشات تھے، غلط فہمیاں تھیں لوگوں کو حقائق کا پتہ نہیں تھا اور پروپیگنڈے کا ایک طوفان اٹھ رہا تھا لیکن الحمدللہ کہ اب وہ بادل سارے چھٹ رہے ہیں۔ غلط فہمیاں دور ہوگئی ہیں اور دشمن کا سارا پروپیگنڈہ بے اثر ہورہا ہے اور اب پاکستانی مسلمان، عوام، علماء بھی بڑی محبت سے آپ کو دیکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ آخری ایک قدم تھا جس کے ذریعہ امن قائم ہوسکتا۔ طالبان کا کردار اگر یہاں سامنے نہ آتا تو یہ خونریزی کب تک جاری رہتی اور ہمیں فکر تھا کہ خدا نہ کرے دشمن چاہتا تھا کہ افغانستان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے، لیکن آپ حضرات کی بروقت اقدام نے افغانستان کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بھی بچالیا اور وہاں امن قائم کردیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ پورا عالم اسلام کو ایک نئی آس مل گئی ہے۔ پورا عالم اسلام ایسے

حالات میں جھکڑا ہوا ہے کہ اپنے دین ، اپنی تشخص ، اپنے اسلام اور اپنے اسلامی نظام کی بقاء کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور دشمن ہر جگہ امریکہ کے نیوورلڈ آرڈر کے شکل میں برسرپیکار ہے ۔ ایسے حالات میں ہمارے سیاست دانوں نے جبکہ ہمیں مایوس کیا جیسے آپ کے لیڈروں نے قوم کو مایوس کیا ہے ، اسی طرح ہم بھی ایسے لیڈروں میں پھنسے ہوئے ہیں جن سے سوائے مایوسی کے ، بربادی کے عوام کو کچھ نہیں مل سکا ۔ اب ایک آس ہمیں بھی لگ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ایسی صورت میں بھی شامل ہوسکتی ہے کہ اچانک " شخصے ازغیب بیروں آمد وکارے بکنید " ہمیں بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں بھی ایسے ایک انقلابی قوت کو پیدا کردیگا جو یہاں پر اسلامی نظام کے نفاذ کا ذریعہ بن سکے ۔ آپ ایک نازک تجربے سے گذر رہے ہیں ۔ بڑا امتحان بھی ہے آپ کیلئے اور آپ کی اس امتحان میں سرخروی عالم اسلام کی سرخروی ہے اور خدا نہ کرے اگر اس امتحان میں ڈگمگاہٹ آئی ، سرخروی نہ ہوئی تو وہ ہم سب پورے ملت مسلمہ کی ناکامی ہوگی ۔ اور پھر نیوورلڈ آرڈر اور کافروں کیلئے کوئی راستہ روکنے والا نہیں ہوگا ۔ اس لئے ہر ہر لمحہ پر ہماری ہمدریاں اور دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور ہم ہر جگہ اپنے آپ کو آپ کا سپاہی سمجھتے ہیں ۔ اس میں شک نہیں ہے ۔ دنیا پروپیگنڈہ کررہی ہے اور ایسے ایسے شرمناک پروپیگنڈے ہیں یورپ کا کہ ہمارے پاس یورپ کے اکثر لوگ آتے رہتے ہیں اکوڑہ خٹک ۔ طالبان کی نسبت کی وجہ سے تمام یورپ کے میڈیا والے روزانہ وہاں پہنچتے ہیں کل بھی امریکہ کی ایک ٹیم آرہی ہے کہ طالبان کی اس مرکزی درسگاہ سے طالبان کے حالات معلوم کرسکیں وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ طالبان کیا ہیں ؟ طالبان کے بارے میں یہ تصور بھی ان کا نہیں ہے کہ یہ انسانوں کی طرح کوئی مخلوق ہیں ۔ یہاں تک کہ ہمارے ہاں بی بی سی لندن کی ایک ٹیم آئی وہ طلبہ کے نام پوچھتے ۔ تو عبدالرحمن ، عبدالعزیز نام سن کر حسرت سے کہنے لگے کہ اچھا ان کے نام بھی ہوتے ہیں اور کہا کہ ہمارے ہاں تو یہ تصور ہے کہ یہ جنگلی مخلوق کی طرح کوئی بےنام ونشان مخلوق ہیں ۔ یہ سارا طوفان جو اٹھایا گیا ہے یہ اسلام دشمنی کیوجہ سے ہے ان کو پتہ ہے کہ یہی صحیح مسلمان ہیں ، یہی صحابہ کرامؓ کے اسوہ نمونہ پر چل کر اللہ اکبر اور جہاد کا نام لیکر جب قیصروکسریٰ جیسی قوت کے تاج وتخت کوتاراج کردیا وہ آخر تک کوشاں رہے کہ ایسی کوئی جماعت نہ اٹھے اور جب جماعت اٹھ کھڑی ہوئی تو آپ کے خلاف طوفان بھی لازماً اٹھے گا ۔ ہم آپ کا دفاع کرتے رہتے ہیں ان کو سمجھاتے ہیں کہ نہ وہ خواتین کے تعلیم کے خلاف ہیں اور نہ وہ بنیادی حقوق کے خلاف ہیں ۔ انہوں نے تو بنیادی حقوق کا تحفظ کیا ۔ حقوق پہلے کسی انسان کے نہیں تھے ۔ کوئی محفوظ نہیں تھا ، گلی گلی ، محلہ محلہ ایک دوسرے کو مار رہے تھے ۔ ہزاروں قتل ہورہے تھے ۔ امریکہ اس وقت خوش تھا ۔

عورتیں محفوظ نہیں تھیں ان کی عصمتیں لٹ رہی تھی ۔ طالبان آئے تو آج کوئی کسی عورت کو آنکھ اٹھاکر نہیں دیکھ سکتا ۔ الحمدللہ وہاں اتنا امن وامان ہے کہ کوئی کلاشنکوف لیکر نہیں سکتا ۔ نہ آج کوئی چوری اور قتل کرسکتا ہے ۔ امیرالمومنین ملامحمد عمر مجاہد صاحب کو ہم نے خود دیکھا کہ قندھار میں مغرب کے بعد جنگل میں ایک گاڑی آئی ہم نماز پڑھ رہے تھے ہم نے کہا کہ یہ کون ہے ؟ لیکن جب گاڑی رکھ گئی تو ملاعمرصاحب خود گاڑی چلاتے ہوئے ایک گاؤں سے آرہے تھے ۔ انہوں نے کہا کہ میں رات کو دیہات میں جاتا ہوں میرا فرض ہے کہ میں لوگوں کا حال دریافت کروں ۔ مگر ایک طوفان ، پروپیگنڈہ اٹھا ہے اور اس کا آپ نے توڑکرنا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہاں کی صحیح تصویر ، صحیح رخ باہر دکھائیں ۔ الحمدللہ اس وقت پوری دنیا میں واحد ملک افغانستان ہے جو امریکہ کا مقروض نہیں ہے ۔ سوکھی روٹی کھالیتے ہیں لیکن امریکہ سے بھیک نہیں مانگتے ۔ پریس اور علماء کا فریضہ ہے کہ وہ طالبان کا صحیح رخ دنیا کے سامنے پیش کریں ۔ ہم سب کا فریضہ ہے کہ ہم یورپ کے پروپیگنڈے کا توڑ کریں اور ان کو بتلائیں کہ یہاں کالج بھی ہیں ، یونیوسٹیاں بھی ہیں ، میڈیکل کالج بھی ہیں اور یہ باہر سے زیادہ فعال ہیں ۔ درجنوں طالبعلموں کو میں خود داخلہ کیلئے بھیج چکا ہوں ۔ وہاں خواتین کو گھر بیٹھ کر تنخواہیں دی جارہی ہیں اور یہ سوچ رہے ہیں کہ ہم انشاء اللہ خواتین کیلئے باپردہ شریعت کے حدود کے اندر تعلیمی ادارے قائم کریں ۔ لیکن ساری دنیا ان کے خلاف ہیں کفری دنیا کا سب سے بڑا ٹارگٹ طالبان ہیں ۔ اس سے بڑی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ صدر کلنٹن کی بیوی کو سیاست سے کیا تعلق ہے ۔ کلنٹن کی بیوی ہلیری خود کیا کیا بک رہی ہے ، نہ تو وہ صدر ہے نہ اسٹیٹ کی کوئی عہدیدار ہے ۔ مگر کلنٹن کے گھرماتم آئی ہے اور وہ کہتی ہے کہ طالبان سفاک ہیں ، درندے ہیں ، خون خوار ہیں ۔ جن لوگوں نے امن قائم کیا ، جنکی وجہ سے خون بہنا بند ہوگیا ، جنکی وجہ سے اسلامی نظام قائم ہوا ، اس کے بارے میں اتنی بڑی قوتیں پریشان ہیں ۔ تو یہ سب ان کی حقانیت کی دلیل ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے صحافی ، دانشور وہاں جاکر صحیح جائزہ لیں ان کی جو خوبیاں ہیں اور جس انداز سے استقامت وایثار سے یہ لگے ہیں ان ساری چیزوں کو دنیا کے سامنے پیش کریں ، کیونکہ میرے دوستو ! ہم یہاں پاکستان میں جن حالات سے گذر رہے ہیں وہ ایسے حالات کیطرف جارہا ہے کہ کسی انقلابی قوت کی ہمیں ضرورت پڑے گی ، نوجوانوں کی ضرورت پڑے گی ، سکولوں سے ، یونیورسٹیوں سے اور مدرسوں سے اس ملک کو بچانے کا فریضہ ادا کرینگے ۔ اس کے بغیر کچھ نہیں ہوگا ۔ نہ یہ موجودہ سیاست ہمیں بچا سکتی ہے ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک انقلابی مثال ہمارے سامنے ہے اگر اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی عطا فرمائے تو یہ انقلابی عمل

انشاء اللہ ہمارے لئے بھی نمونہ ہوگا۔ میں ان الفاظ کے ساتھ اپنے عظیم مہمانوں کا دل کی گہرائیوں سے اسلامی امارت کے قیام کیلئے جدوجہد کرنےوالوں کی خدمت میں سلام عقیدت پیش کرتا ہوں۔

ملا محمد ربانی صاحب نائب حکمران اسلامی امارت افغانستان نے کہا کہ بعدالحمد والصلوٰۃ۔ یہ میرے مناسب نہیں کہ میں اپنے اساتذہ کے سامنے کچھ کلمات کہوں اور کہنے کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن ان علماء کرام اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے کہنے پر چند گذارشات پیش کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب اور ان کے رفقاء کو عظیم اجر دے کہ انہوں نے یہاں تشریف لاکر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ افغانستان پر چند سال پہلے روسیوں نے قبضہ کیا اور افغانستان پر مسلط ہوگئے اور وہاں پر کمیونسٹوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ افغانستان کے مسلمانوں نے ہجرت اختیار کی تو پاکستان کے مسلمان بھائیوں نے ان کو جگہ دی اور پھر مشترکہ طور پر افغانستان کے مسلمانوں جو مہاجر ہوگئے تھے یا افغانستان میں رہ گئے تھے اور دنیا کے تمام مسلمانوں نے روس کا مقابلہ کیا اٹھ گئے اور جہاد کا اعلان کیا۔ دنیا کے اکثر مسلمانوں نے اس جہاد میں حصہ لیا حتیٰ کہ غیر مسلم ممالک نے بھی اپنی مقاصد اور مفادات کو پورا کرنے کیلئے اس جہاد میں حصہ لیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو کامیاب کیا روس افغانستان سے نکل گیا اور کمیونسٹوں کی حکومت ختم ہوگئی اور مجاہدین کی حکومت قائم ہوگئی۔ مناسب تو یہ تھا کہ مجاہدین کے لیڈر افغانستان میں اسلامی نظام نافذ کرتے اور امن وامان قائم کیا جاتا اور دنیا کے مسلمانوں کی بھی یہی توقع تھی لیکن بدقسمتی سے ہمارے جہادی رہبر کرسی کی جنگ میں مصروف ہوگئے اور آپس میں جنگ شروع کردی ایک دوسرے کو قتل کررہے تھے۔ دنیا کے مسلمانوں نے خصوصاً علماء پاکستان نے صلح کیلئے کوششیں کی مگر محنتیں بارآور ثابت نہ ہوسکی۔ سابقہ مجاہدین لیڈر اس امتحان میں ناکام ہوگئے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے علماء، طلباء اور مخلص مسلمانوں کے گروپ کو میدان میں اتار دیا اور اس ظلم اور استبداد کے خلاف جو تمام صوبوں میں پھیل گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو توفیق دی کہ انہوں نے اس ظلم وستم، دہشت، بربریت اور فتنوں اور حیوانی زندگی کا راستہ روک دیا اور اللہ کی نصرت سے وہ تمام فتنے ختم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی دین کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نصرت فرماتا ہے۔ " ان تنصروا اللہ ینصرکم " الحمدللہ ابھی تک تو نصرت خداوندی موجود ہے اور طالبان کامیاب ہوگئے ہیں اور تمام صوبے جو طالبان کے قبضہ میں ہیں وہاں شریعت مطہرہ نافذ ہے اور امن وامان قائم ہے۔ اسلام دشمن یہ پروپیگنڈا کررہا ہے کہ طالبان امن اور صلح نہیں چاہتے، حقیقت میں یہ لوگ خود اسلام نہیں چاہتے اور نہ امن اور صلح کے خواہاں ہیں

آپ دیکھ رہے ہیں کہ جس مختصر علاقے پر مخالفین کا قبضہ ہے وہاں آپس میں خونریزی اور قتل وقتال کا بازار گرم ہے اگر واقعتاً یہ لوگ یعنی مخالفین امن و صلح چاہتے تھے تو اس چھوٹے سے علاقہ میں کیوں امن قائم نہیں کرسکتے ۔ اس سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ لوگ امن نہیں چاہتے ۔ دنیا کے تمام کفار اس تحریک اور موجودہ طالبان حکومت کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں ، اس لیے کہ یہاں قرآنی نظام نافذ ہورہا ہے اور اس نظام سے کفار کو خطرہ ہے ۔ کبھی یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ انسانی حقوق کے خلاف ہیں ۔ کبھی حدود وقصاص اور تعذیرات یا دوسرا کوئی حد جو مسلمان پر جاری کردیتے ہیں تو دنیا چیختی ہے کہ افغانستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہورہی ہے حالانکہ ابھی بھی وہاں شمالی صوبوں میں سینکڑوں افراد روزانہ قتل کئے جارہے ہیں اس پر سب خاموش ہیں اور یہ کوئی نہیں کہتا کہ یہاں انسانی حقوق پامال ہورہے ہیں بلکہ ان کی مدد کی جارہی ہے لیکن یہاں ایک اسلامی حکم اور ایک حد کے اجراء سے دنیا پریشان ہوتی ہے ۔ ہمارے خلاف یہ بڑا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ طالبان خواتین کی تعلیم کے مخالف ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کی تعلیم کے سلسلہ میں کوئی فرق نہیں کیا اور دونوں کو مکلف بنایا کہ وہ تعلیم حاصل کرینگے ۔ مگر ہمارے ہاں عورتوں کی تعلیم جو رائج تھی اس میں دو خرابیاں تھیں ۔ ایک تو وہ کمیونسٹوں کا نظام تعلیم تھا ۔ جو روس میں رائج ہے ، ہمارے خواتین کو وہی کچھ پڑھایا جاتا تھا ۔ دوسرا وہ بے حجابی اور بے ستری کے نظام میں تھا ۔ ہم نے دونوں چیزوں کو روکنا ہے ۔ تعلیم کو ستر اور حجاب کے اندر جاری کروانا ہے اور نصاب تعلیم بھی اسلامی حدود کے اندر جاری کرنا ہے جو کمیونسٹوں کا نصاب نہ ہو ، اس لئے ہم اسکولز اور کالج قائم کررہے ہیں ۔ ہزاروں بچے مساجد میں پڑھ رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مخلوط نظام تعلیم سے روکا ہے تو اس کو ہم کیسے جاری رکھیں ۔ یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ منشیات کی پیداوار کرتے ہیں تو ہماری بار بار بات ہوئی ہے کہ تم پہلے ہمیں تسلیم کرو ، ہماری مدد کرو ، ہمارے لوگوں کو بےروزگاری سے نجات دلواؤ ۔ لیکن وہ صرف اپنے اہداف اور مطالبوں کیلئے پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں اور ہمارے ساتھ عملاً اس سلسلہ میں کوئی تعاون نہیں کرتے ورنہ ہم کسی بھی ایسی غلط چیز کی فروغ کے روادار نہیں نہیں ۔ اقوام متحدہ اپنے اہداف کیلئے بار بار اصرار کررہا ہے ۔ اسلام کے راہ میں دشمن بہت ہیں اندر بھی اور باہر بھی ، اور مسلمان ایک دشمن کا لحاظ کئے بغیر اپنے مشن کو ہرصورت موت تک جاری رکھے گا ۔ ہم اس پر مکلف ہیں اور تامرگ ہمیں اس مشن میں مشغول رہنا ہے ۔ آپ سب ہماری ہمکاری کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس امتحان میں ڈال دیا ہے ہم کہیں انحراف کے راستے پر نہ پڑھ جائیں اور اس امتحان سے سرخرو ہوکر نکلیں ۔

اللہ تعالیٰ ہمارا اور آپ کا حامی وناصر ہو ۔ (آمین ثم آمین)

شذرات

حافظ محمد ابراہیم فانی

بھارت میں بی جے پی حکومت اور پاکستانی حکمرانوں کی ذمہ داری

ہمسایہ ملک بھارت میں عام انتخابات کے انعقاد کے بعد جو نتیجہ نکلا ۔ وہ سیاسی مبصرین کے تبصروں عالمی دانشوروں کی آراء اور بھارت کے اندرونی حالات کے تناظر میں انتخابات سے قبل لگائے گئے تخمینوں کے عین مطابق ہی نکلا ، اور کوئی بھی پارٹی واضح اکثریت تو کجا سادہ اکثریت بھی حاصل نہ کر سکی ۔ جس سے حکومت کی باسانی تشکیل ہو سکتی ۔ اس پس منظر میں تمام دنیا کی نظریں بھارت میں تشکیل حکومت اور انتقال اقتدار کی طرف مرکوز رہیں ۔ بالآخر کافی جوڑ توڑ اور کھینچاتانی کے بعد انتہاپسند متعصب ہندو جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کے مسٹر واجپائی کو حکومت مل گئی ۔ انتخابات میں بی جے پی کے انتہاپسندانہ بیانات اور اس کے منشور کے متنازعہ مندرجات سے بھارت میں آباد تمام اقلیتوں اور پھر بالخصوص وہاں کے ۲۵ کروڑ مسلمانوں میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوتی تھی ۔ کیونکہ بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر اور یکساں سول کوڈ جیسے زہریلے اور خطرناک منصوبوں سے مسلمانوں کے دلوں میں ارتعاش کا پیدا ہونا ایک فطری اور قدرتی امر تھا اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایٹمی اور میزائل پروگراموں کو جاری رکھنے کے بارے میں دو ٹوک اعلان بھی کیا تھا ، کہ ہم اپنا ایٹمی اور ہتھیاروں میں توسیعی پروگراموں کو جاری رکھیں گے ۔ جس پر ہمارا ملک پاکستان بجا طور احتجاج میں حق بجانب ہے کیونکہ بھارت اور پاکستان اس علاقے اور خطے میں ایک دوسرے کے سب سے بڑے حریف ہیں ۔ اب تو مسٹر باجپائی کو حکومت ملی ہے لیکن جس انداز سے حکومت کی تشکیل عمل میں لائی گئی ہے وہ بھان متی کے کنبہ کا مصداق ہے ۔ اور باجپائی کے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے دو دن بعد ہی اس میں اختلافات کے آثار نمایاں ہونے شروع ہوئے ہیں یہ بات تو تمام دنیا پر آشکارا اور واضح ہے کہ بابری مسجد کی شہادت میں بی جے پی اور اس کے رہنماؤں کا بنیادی مکروہ و مذموم کردار رہا ہے اور اس کے انہدام کے بعد اس کی جگہ

پررام مندر کی تعمیر کیلئے چندہ مہم اور ہندوؤں کو مذہب کے نام پر ابھارنے اور ان کے جذبات کو بھڑکانے میں بھی انہی رہنماؤں نے سردھڑ کی بازی لگائی ہے بلکہ سنا ہے اور اطلاعات بھی یہ ہیں کہ واجپائی نے رام مندر کی تعمیر کیلئے ہندوؤں کے متمول تاجروں سے کافی رقم اور پیسہ اکھٹا کیا ہے اور ایک ارب پتی ہندو تاجر جس کا سونے کا وسیع پیمانے پر کاروبار ہے اس نے سونے کی اینٹیں واجپائی کو رام مندر کی تعمیر کے سلسلہ میں دی ہیں۔ اسی طرح بی جے پی کا کشمیر کے بارے میں نظریہ بھی " انتہائی جارحانہ اور شدید متعصبانہ" ہے۔ ان کے نزدیک آزاد کشمیر مقبوضہ کشمیر کا حصہ ہے جبکہ مقبوضہ کشمیر (ان کے ہاں) بھارت کا اٹوٹ انگ اور جزولاینفک ہے۔ بی جے پی کی اس واضح متعفن ذھنیت سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اگر ان لوگوں کی حکومت کو ہندوستان میں کچھ عرصہ کیلئے دوام مل گیا تو اس سے برصغیر کے اس تمام خطہ بشمول افغانستان اور ایران میں ایسے حالات پیدا ہوں گے جس سے نہ صرف برصغیر کا امن تہ وبالا ہوگا بلکہ عالمی امن کو بھی اپنی لپیٹ میں لے گا۔ پھر اس کا مداوا کسی سے بھی نہ ہوسکے گا۔ بی جے پی کی طرف سے ایٹمی دھماکہ اور ایٹمی میزائل کے پروگرام کو جاری رکھنے کے ببانگ دھل بار بار اعلانات عالمی امن کے بزعم خویش ٹھیکداروں کے منہ پر طمانچہ ہیں۔ اگر یہ اعلانات کسی اسلامی ملک کی طرف سے کئے جاتے تو آج اقوام متحدہ سلامتی کونسل اور دیگر یہودی صیہونی اور سامراجی اداروں کی طرف سے دھمکیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوجاتا، لیکن ان واضح اعلانات کے باوجود ان اداروں کی خاموشی اور سرد مہری معنی خیز ہے۔ ع منصف ہوتو اب حشر بپا کیوں نہیں دیتے

ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ بھارت میں بی جے پی حکومت کمزور ہے یا مضبوط۔ واجپائی اپنے مذموم ارادوں اور مکروہ خواہشات کو عملی جامہ پہنا سکتا ہیں یا نہیں۔ اور کیا ملکی حالات بی جے پی کو ان اقدامات کو عملی شکل میں پیش کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ہم تو صرف اپنے ناعاقبت اندیش حکمرانوں کی یہ بات گوش گذار کرنا چاہتے ہیں کہ بی جے پی اور مسٹر واجپائی کا جارحانہ انداز اور آپ لوگوں کا معذرت خواہانہ رویہ کسی بھی طور ایک غیور باایمان اور باحمیت قوم کے سپوتوں کی شایان شان نہیں۔ نواز شریف کا واجپائی کیلئے نیک خواہشات کا اظہار یہاں پر کیا اسکی تک ہے۔ پھر تجارتی بنیادوں پر دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کی استواری چہ معنی دارد؟ بھارت را کے ایجنٹوں کے ذریعہ (خفیہ ایجنسیوں کے اطلاعات کے مطابق) پاکستان میں دھماکے کرارہا ہے اور دہشت گردی میں براہ راست ملوث ہے جس کے نتیجہ میں درجنوں بے گناہ مارے جاتے ہیں اور

ہمارے " میاں صاحب " ہندوستانی متعصب حکمرانوں کے ساتھ تعلقات کیلئے پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ کیا یہ اس قرآنی تصریح کی صریح خلاف ورزی نہیں۔ کہ

" یاایھاالذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین "

ہم تعلقات استوار کرنے کے مخالف نہیں، لیکن اپنی عزت نفس قومی خودمختاری ملی خود داری اور ایمانی غیرت وحمیت کا سودا کیے بغیر مساویانہ بنیاد پر تعلقات چاہتے ہیں۔ اور اگر واجپائی سرکار کے ساتھ مسئلہ کشمیر اور دیگر متنازعہ امور پر مذاکرت ہو بھی تو مذاکراتی ٹیم ایسی ہونی چاہئیے جن کو ان متنازعہ مسائل کے فہم کا مکمل ادراک ہو۔ اور ایسا نہ ہو کہ گجرال حکومت کی ایک وزیر کے ساتھ مذاکرات کے بعد انہوں نے بھارت میں بیان دیا کہ ہم نے کشمیر کے بارے میں بات کی ہے لیکن بھارتی مقبوضہ کشمیر کے بارے میں نہیں، بلکہ پاکستان میں جو آزاد خطہ ہے اسی کے متعلق۔ اسی بیان نے حکومت کے دعووں کے غبارے سے ہوا نکال دی۔ اب بھی جو خط بھارتی وزیراعظم نے بھیجا ہے وہ ان کی روایتی مکاری اور موروثی عیاری کا بین شاہکار اور واضح ترجمان ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستانی حکمران ملک کے دفاع اور مادر وطن کی حفاظت سے کسی طور پر غفلت کا مظاہرہ نہ کریں اور جس طرح کے اعلانات حکومت کی جانب سے کیے جارہے ہیں اور حکومت کے ایک ترجمان کے بقول پاکستان بھارت کی نئی حکومت کے اعلان (جس میں بھارتی وزیراعظم نے اپنے ایٹمی پروگرام کو جاری رکھنے کا اعلان کیا تھا) کو کسی صورت نظر انداز نہیں کرے گا اور اس کی کسی بھی جارحیت کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنے میزائل اور ایٹمی پرورگرام پر نظرثانی کرے گا۔ حکومت کا یہ فیصلہ بالکل بروقت اور بجا ہے لیکن یہ اعلان صرف اعلان اور زبانی جمع خرچ تک محدود نہیں رہنا چاہئیے بلکہ اس پر کسی دباؤ یا بیرونی بلیک میلنگ قبول کیے بغیر بڑی استقامت اور جرات کے ساتھ عمل کرنا چاہئیے۔ تاکہ دشمن ہمیں کمزور کرنے کا تصور بھی نہ کرسکے۔ اگرچہ ہم دشمن سے تعداد میں کم ہیں لیکن الحمدللہ ایمانی حرارت ہمارے سینوں میں ہے اور خدائی نصرت انشاء اللہ ہماری شامل حال ہوگی۔ " وانتم الاعلون ان کنتم مومنین " (الآیہ)

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آسان نہیں مٹانا نام ونشان ہمارا (ڈاکٹر محمد اقبالؒ)

بوسنیا کے بعد اب البانوی مسلمانوں کا قتل عام

بوسنیا میں سرب اور دیگر عیسائی درندوں نے جس بیدردی سے معصوم اور نہتے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ اس سے تمام دنیا واقف ہے۔ عالمی میڈیا نے اس قتل عام اور سفاکانہ بربریت کے جو دلخراش اور جگر پاش مناظر پیش کیے ہیں اس سے انسانیت تڑپ اٹھی اور اس دہشت گردی اور خون آشام ڈرامے نے عیسائیت اور پاپائیت کے مکروہ چہرہ سے تہذیب و "تقدس" کا لبادہ اور نقاب بھی اٹھایا۔ درجنوں اجتماعی قبروں کی دریافت جس میں ہزاروں مسلمان خواتین بچے بوڑھے اور جوان بیدردی سے قتل کرنے کے بعد ان میں ٹھونسے گئے تھے۔ اسی طرح ہزاروں مسلمان خواتین اور دوشیزاؤں کی عصمت دری نے عالمی ضمیر کو جھنجھوڑ دیا۔ لیکن اقوام متحدہ سلامتی کونسل اور تہذیب و امن کے علمبرداروں نے نہ اس کا کوئی خاطر خواہ نوٹس لیا اور نہ اس پر کسی قسم کی تادیبی کاروائی کی۔ انسانیت کے مجرموں اور بے گناہ ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کے قاتلوں کو صرف زبانی دھمکیاں دی گئیں اور پس پردہ ان کو مکمل تحفظ فراہم کیا گیا۔ اندریں حالات ایسے ضمیر فروشوں اور انسان نما بھیڑیوں سے مسلمانوں کے قتل عام پر کسی ہمدردی کی توقع رکھنا کار فضول اور وقت کا ضیاع ہے۔ اس کیلئے عالم اسلام کی ملی غیرت اور ایمانی حمیت کی بیداری کی ضرورت ہے۔ کاش ہماری یہ معصوم آرزو اور بے داغ تمنا پوری ہوجائے۔ ؎

کب نظر آجائیگی بے داغ سبزے کی بہار — خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد

بظاہر تو مایوسی کی فضا چھائی ہوئی ہے اور — ع دور تک قافلہ صبح کے آثار نہیں

ابھی ہم بوسنیا کے مسلمانوں کے اس بہیمانہ قتل عام پر حسرت وماتم سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اس کے پڑوس میں سربوں نے البانوی مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنا شروع کیا جس کے لئے انہوں نے بہت پہلے سے منصوبہ بندی کی تھی۔ بوسنیا کے پڑوس میں البانیہ مسلم اکثریتی علاقہ ہے۔ یہاں پر ۸۰ فیصد مسلمان آباد ہیں۔ لیکن پارلیمنٹ میں نمائندگی ان کی ۲۵ فیصد کے تناسب سے ہے۔ البانیہ پر یہ افتاد کوئی نئی نہیں۔ جس طرح کہ سربوں کی چنگیزیت اب جاری ہے اس سے یہ بات مکمل طور پر واضح اور عیاں ہے کہ یہ صف بندی انہوں نے بوسنیا پر یلغار کے دوران ہی کی تھی اور ان کا ارادہ ہی یہی تھا کہ یہاں پر سفاکی سے فراغت کے بعد ہمارا اگلا ہدف یہ خطہ ہوگا۔ اب وہاں پر جو حالات ہیں کیا اقوام متحدہ یا سلامتی کونسل، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور یورپی اتحاد اس سے واقف نہیں؟ لیکن کیا کیا جائے؟ کیا کہا جائے؟

؎ تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے — ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

یاد رفتگاں

مرتب انوار الباری
علامہ سید احمد رضا بجنوری کا سانحہ ارتحال

حضرت علامہ مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۹۸ء بروز جمعرات بعد نماز تہجد حالت سجدہ میں انتقال فرماگئے ۔ اناللّٰہ واناالیہ راجعون

مرحوم انوارالباری شرح اردو صحیح البخاری کے مؤلف تھے اور علم حدیث پر گہری نظر تھی ۔ مرحوم حضرت علامہ انورشاہ کشمیری کے ھندوپاک میں بظاہر اب آخری شاگرد تھے جوکہ حیات تھے ۔ ابھی چند ماہ قبل لکھنو میں حضرت مولانا منظور نعمانی کا انتقال ہوا تھا ۔ مولانا نعمانی کے انتقال کے بعد حضرت علامہ کشمیری کے زندہ شاگردوں میں آپ کا ہی نام تھا ۔ اب بظاہر حضرت کشمیری کے نمایاں شاگردوں میں جنہوں نے علم وفن میں نمایاں کارنامے انجام دیئے کوئی بقیہ حیات نہیں ہے ۔

حضرت علامہ مولانا سیداحمد رضا صاحب بجنوری کی عمر نوے (۹۰) سال سے زیادہ ہوئی ۔ زندگی بھر سادگی اور استقامت میں بسر ہوئی ۔ مرحوم نے اپنی باطنی زندگی خصوصاً اپنے مقام کو ہمیشہ اخفاء میں رکھا ۔ مزاج میں انتہادرجہ سادگی تھی ۔ علوم وفنون میں ٹھوس تھے ۔ نظر بہت گہری تھی خصوصاً علم حدیث کا بےکراں سمندر تھے ۔ یہ علم حدیث کا ہی ثمرہ تھا ۔ کہ یاد داشت اور قوت حافظہ آخری دن تک قابل حیرت تھے ۔ مرحوم کی پیدائش اور وفات یوپی کے شہر بجنور میں ہوئی ۔ دارالعلوم دیوبند کے بڑے فضلاء وعلماء میں آجکل آپ کا شمار تھا ۔ مسائل کا استحضار بھی عجیب تھا ۔ اپنی سادگی للھیت اور دینداری کی وجہ سے اپنے شہر بجنور اور گردنواح میں آپ کا بڑا اثر تھا ۔ دوردراز کے حضرات بھی آپکی علمی کتابوں کے حوالہ سے مسلسل ملاقات کیلئے آتے رہتے تھے ۔ گذشتہ چند سال سے تصنیفی و تالیفی کام چھوڑ کر مسلسل شب وروز عبادت میں مشغول رہتے تھے اور سفر آخرت کی تیاری کا ذکر کرتے تھے ۔ خداوندکریم مرحوم کو کروٹ کروٹ سکون وآرام نصیب فرماوے اور درجات بلند فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین مقام عطا فرمادیں ۔ آمین ثم آمین ۔ نیز پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماویں ۔ آمین ثم آمین ۔ قارئین کرام سے عموماً اور دیوبند نیز اکابر دیوبند سے متعلق علماء وطلباء مدارس دینیہ سے ایصال ثواب کی درخواست ہے ۔

درس قرآن علامہ سید شمس الحق صاحب افغانی قدس سرہ

مرتب :- جناب عبدالغنی صاحب

ملت کی تشریح اور اسکی موت و حیات

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر

ترجمہ :- تم بہترین امت ہو لوگوں کے فائدے کے لئے ہو نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔
(نوٹ) قارئین کرام ! یہ واضح کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ درس المیہ مشرقی پاکستان کے موقع پر بیان کیا گیا تھا تو کہیں کہیں المیہ مشرقی پاکستان کے نام سے ذکر آئے گا اور اسی دوران محرم شریف کا عشرہ بھی آگیا تھا تو کہیں شہادت سیدنا حضرت حسینؓ کی مثال بھی ذکر ہوگی۔ رسالے میں طویل مضمون نہیں آسکتا تو انتہائی اختصار کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ تفصیل سے یا تو درس القرآن الحکیم کی کسی جلد میں یہ دروس بیان ہونگے یا پھر (المیہ مشرقی پاکستان) کے نام سے علیحدہ کتابی صورت میں لایا جائے گا۔

"سقوط ڈھاکہ" کے بعد جب پہلا درس حضرت افغانیؒ بیان کرنے کے لیے بیٹھے تو انتہائی غم کی صورت میں آتے ہی یہ آیت پڑھی: "یلیتنی مت قبل هذا وکنت نسیاً منسیاً"
(کاش کہ اس وقت سے پہلے مرچکی ہوتی اور بھولی ہوئی ہوتی)۔

امت کی لفظی تشریح :- امت عربی لفظ ہے جو ام یوم : باب سے ہے۔ حضرت امام راغبؒ نے مفردات القرآن میں امت کے لفظ کے متعلق فرمایا ہے کہ (امت اس جماعت کا نام ہے جو کسی مقصد پر متفق ہو) خواہ وہ مقصد جبری ہو یا اختیاری۔ کیونکہ اختیار بندوں کو ہے نہ کہ پرندوں وغیرہ کو۔ "وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم" مثلاً شیر گھاس نہیں کھائے گا گوشت کھائے گا اور مکڑی جالا بنائے گی۔ اور چڑیا وغیرہ کے لئے مقصد یہ متعین کردیا کہ بس آج کی روزی کھائی کل کی فکر نہیں۔ اسی لئے پرندے ایک دن کی روزی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ پرندے روزی جمع نہیں کرتے یہ ان کے مقاصد ہیں۔ "انا وجدنا اباءنا علی امة" بے شک ہم نے اپنے آباؤاجداد کو ایک راہ پر پایا۔ سب سے بہتر امت وہ ہے جو حق کی بات دے۔ اب سوال یہ ہے کہ امت کا مقصد کیا ہے ؟

(۱) انفرادی مقصد (۲) اجتماعی مقصد

انفرادی مقصد :- انفرادی مقصد میں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ ہیں۔ انہیں آدمی تنہا کر سکتا ہے۔
اجتماعی مقصد :- اس مقصد کی تکمیل کے لئے انفرادی مقصد کی تکمیل کی ضرورت ہے، کیونکہ برے افراد اچھی حکومت پیدا نہیں کر سکتے جس طرح کیکر کا درخت آم نہیں دیتا۔ دنیا کی تمام لڑائیاں اسی اجتماعی مقصد کے لیے ہوئی ہیں۔ مثلاً بھارت اور پاکستان کی لڑائی میں اگر دیکھا جائے تو یہ لڑائی اجتماعی مقصد کیلئے ہے۔ خدانخواستہ اگر بھارت اس ملک پر قابض ہوجائے تو وہ اس زمین کو جیب میں نہیں ڈال سکتا۔ ہم بھی کھاتے پیتے رہیں گے، مگر بھارت کا مقصد کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جب ایک حکومت دوسری پر قبضہ کرنا چاہتی ہے یا اسے غلام بنانا چاہتی ہے تو اس کا معنی یہ کہ وہ اس مقبوضہ ملک کے زندگی کے قانون کو بدل ڈالے۔ دنیا میں یہ تمام لڑائیاں قانون کیلئے ہیں۔

آج مسلمانوں نے غیر اسلامی تعلیم کی وجہ سے مشرقی پاکستان میں ہتھیار ڈال کر ایسا گندہ کام کیا کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ سیاہ کردی۔ نہ انہیں اسلامی تعلیم ہے اور نہ یہ اسلامی تعلیم والوں کی صحبت میں بیٹھنا پسند کرتے ہیں تو پھر نتیجہ یہی نکلنا تھا۔ اگر ہمارے حکمران قرآن مجید کی صرف ایک آیت کا بھی معنی جانتے تو یہ صورت پیش نہ آتی۔ وہ آیت یہ ہے:

"واذالقیتم فیئۃ فاثبتو واذکروا اللّٰہ کثیراً لعلکم تفلحون" اور جب تمہاری کسی سے مٹھ بھیڑ (جنگ) ہوجائے تو ثابت قدم رہو (پیچھے ہٹنے کی اجازت نہیں سوا جنگی چال کے) مجھے کثرت سے یاد کرو کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ اس ملک پاکستان کے حصول کے لیے کتنی قربانیاں دی گئیں؟ مگر گراں خرید کر سستا بیچا۔ غیر بات چل رہی تھی ملت کے مقصد کی۔ (امت) کا معنی مقصد ہے کہ تمام مسلمان ایک مقصد کے تحت ہیں۔ اگر مقصد زندہ ہو تو امت زندہ وگرنہ مردہ۔

ملی مقصد :- "کنتم خیرامۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر"
(تم بہترین امت ہو لوگوں کے فائدے کیلئے ہو نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو)۔

تم بہترین امت ہو، عمدہ امت ہو تمہارا مقصد یہ ہے کہ تم نیکی پھیلاؤ اور برائی سے روکو۔ تو امت بھی پاکیزہ اور مقصد بھی پاکیزہ ہے۔ قرآن مجید یہ مقصد نہیں بتایا کہ خود نیکی کرے اور برائی سے بچے بلکہ قرآن نے فرمایا کہ نیکیوں کو پھیلائے اور بدی کو ختم کرے۔ تو ملی مقصد اس وقت پورا ہوگا جب نیکیوں کو پھیلائے اور بدی کو ختم کرے۔ تو مطلب یہ ہے کہ اس امت کے دو مقصد ہیں۔
(۱) کامل (۲) تکمیل۔ کہ خود فرد کامل بنے اور دوسروں کو کامل بنائے۔

عقائد کی درستگی :- مثلاً عمدہ اخلاق، تواضع، سخاوت، رحمت و شفقت اور ہمدردی وغیرہ کو پھیلائے عقائد سوء سے بچنا :- تکبر، حسد، بغض، باہمی نفرت اور عملی برائیاں ان تمام کو مٹانے کی کوشش کرے۔

ملی مقصد کی تشریح :- (۱) ہر چیز کا ایک خلاصہ اور ایک تشریح و تفصیل ہوتی ہے۔ مثلاً خرما کی گھٹلی یا تخم یہ کھجور کے تمام درخت کا خلاصہ ہے کہ اس تخم کو زمین میں دبا تو اس سے پورا درخت نکلتا ہے یہ ہے خلاصہ۔ (۲) ملی مقصد کی تفصیل :- تم بہترین امت ہو لوگوں کے فائدے کے لئے ہو نیکی کا حکم کرتے ہو برائی سے روکتے ہو۔ (قرآن) نیکی کا حکم؟ وہ اوپر عقائد کی درستگی میں ذکر ہے اور برائی سے روکنا؟ وہ اوپر عقائد سوء سے بچنا کے عنوان میں ذکر ہے۔

ملی مقصد کا خلاصہ :- تو کبھی قرآن ملی مقصد کا خلاصہ ذکر کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے ایسا عمل فرمائیے کہ دوزخ سے چھٹکارا حاصل ہو۔ تو آپؐ نے فرمایا "قل امنت باللہ ثم استقم" (کہ بس کہہ دے کہ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس پر قائم رہ۔ تو (ایمان) ملی مقصد کا ساپہلو ہے)۔ میدان کربلا میں سیدنا حضرت امام حسینؓ کی قربانی ملی مقصد کے تحفظ کے لئے دی گئی۔ یعنی ملت کا جو مقصد تھا اس کے لیے جان دی گئی کیونکہ یزید نے اس مقصد کی خلاف ورزی شروع کردی تھی۔ قرآن پاک کی سورتوں کا اکثر حصہ مکی ہے۔ اور تھوڑا سا مدنی حصہ ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔

مکی سورتیں :- مکی سورتوں میں احکام نہیں بلکہ ان میں عقائد کی پختگی اور ملی شعور کا احساس دلایا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور اکرمؐ کی زندگی مبارک کا زیادہ حصہ عقائد کی پختگی اور ملی شعور کے احساس دلانے میں گذرا۔ یعنی تیرہ سالہ مکی زندگی اس کام میں صرف ہوئی۔ اور پھر ہجرت کے بعد فوراً سلطنت ملی۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ سلطنت چلانے کی تربیت مکہ میں ہوئی۔ مکہ میں تربیت بھی ایسی ہوئی کہ یعنی سلطنت چلانے کی ایسی تیاری ہوئی کہ انگریز مؤرخ لکھتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں ان (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بہتر سلطنت کسی نے نہ کی۔ افسوس کہ اب وہ سلطنت نہ رہی اور اس سطنت کی برکت سے ہم محروم ہوگئے اور ہمارے علوم کی وہ کتابیں جن سے انگریزوں نے سائنس کی ترقی کی آج ہم ان کتابوں سے محروم ہوگئے۔ بس ہمارے حکمرانوں کو تو شراب اور عورت چاہئیے۔ انہیں اسلامی کی عظمت کا کیا احساس؟ ایک ____ قوم کے سامنے ہتھیار ڈالئے جبکہ اسلحہ وغیرہ سب کچھ موجود تھا۔

ملی مقصد کا شعور :- ملی مقصد کا شعور یہ اہم چیز ہے اور یہ ملت اسلامیہ کے لئے بمنزلہ روح اور جان کے ہے۔ یعنی یہ ملت اسلامیہ کی روح اور جان ہے۔ اگر یہ نکلی تو ملت کی موت ہے۔

مسلمان دنیا میں کہیں بھی آباد ہوں۔ ملکوں، قوموں اور رنگوں میں چاہے فرق ہو اور ملکوں کے درمیان اگر بڑے بڑے رقبے بھی حائل ہوں مگر قرآن کا بیان یہ ہے۔ " ان هذه امتكم امة واحدة " (کہ تم کہیں بھی ہو ایک امت ہو) " كنتم خير امة " (کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوگیا کہ مسلمان مجموعی حیثیت سے ایک امت ہیں دو نہیں۔ جو اس کو دو امت بنانا چاہے وہ امت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور اللہ کا باغی ہے۔ تینوں کا باغی ہے۔ مگر یہاں تو مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا چال رکھا ہے۔ آپ نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ افغانستان ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ آبادی صرف ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے جس میں ایرانی، ترک وغیرہ قومیں بھی آباد ہیں۔ اس ملک میں ترقی کے کوئی مواقع نہیں۔ کوئی کارخانے اور ریل گاڑی وغیرہ نہیں۔ سڑکیں بھی اب بنی ہیں اور جغرافیائی لحاظ سے بڑا خطرناک ملک ہے۔ ایک طرف روس اژدھا کے ساتھ سرحد ملتی ہے۔ تو دوسری طرف چین کیساتھ لیکن یہ ملک سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں فتح ہوا ہے اور اب تک یہ مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ اقتصادی حالت بھی کمزور ہے اس کے باوجود آج چودہ سو سال گزر گئے ہیں مگر کافر کا قدم اپنے ملک میں نہیں گھسنے دیا۔ ہمیں ۱۲ کروڑ آبادی کا ملک پاکستان اللہ تعالیٰ نے عطا کیا اور تھا بھی سب کچھ بنی بنائی سلطنت ملی مگر روپے میں سے دس آنہ چلاگیا (یعنی مشرقی پاکستان) آخر یہ کیوں ہوا؟ کبھی اس پر سوچا بھی ہے؟۔ اس میں شک نہیں کہ افغانستان کے باشندے انگریزی تعلیم میں ہم سے پیچھے ہیں مگر ملی شعور میں ہم سے آگے ہیں۔

حضرت مولانا عبداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ انگریزوں نے ۱۹۱۵ء میں میرے وارنٹ گرفتاری جاری کئے۔ میں روپوش ہوکر چمن کے راستے افغانستان گیا تو پہاڑی علاقہ کی وجہ سے سرحد کا علم نہیں تھا کہ افغانستان اور انگریز کی سلطنت کی سرحد کونسی ہے؟ تو پہاڑوں میں ایک بچہ بکریاں چرا رہا تھا۔ اس سے میں نے سرحد کے بارے میں پوچھا تو اس نے اپنی لکڑی زمین پر رکھ کر کہا (ایں ازماست و ایں از کفار است) یہ ہے ملی شعور کہ یہ سرحد میری ہے (افغانستان) کا نام تک نہیں لیا اور ہندوستان کا نام بھی نہیں لیا بلکہ کہا کہ وائیں از کفار است: کہ یہ کافر کی سرحد ہے۔ اس بچے کے ذہن میں یہ پختگی سے قائم ہے کہ انگریز کافر ہے اور دین اسلام کا بدترین دشمن ہے۔

تو حضرت مولانا سندھیؒ نے فرمایا کہ جب بچے سے یہ باتیں سنیں تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے کچھ دیا بھی سہی۔ انگریز نے اس ملک پر تین حملے کئے ہیں مگر ناکام رہا ہے۔ انگریز لکھتے ہیں کہ اس قوم میں ملی شعور موجود ہے۔ اس قوم کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔

ہمارے ہاں تو حکمرانوں نے یورپ اور امریکہ کو خدا سمجھ رکھا ہے۔ نہ ملی شعور ہے نہ زمین کا علم ہے غرضیکہ عزت و وقار کو تو یہ جانتے نہیں۔ اتنے بڑے زوال اور بے عزتی (سقوط ڈھاکہ) کے باوجود خداخوفی تو ان میں نام کی نہیں۔ توبہ تو اپنی جگہ رہی اس پاکستانی قوم کے ریڈیو میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔ ریڈیو پر وہی گانے اور وہی فحاشی نشر ہورہی ہے۔ " فاعرض عنهم وانتظر انهم منتظرون " (تو تم (اپنا فرض تبلیغ ادا کرکے) ان کا خیال چھوڑ دو اور نتیجہ کا انتظار کرو، بے شک وہ تمھارے بارے میں انتظار میں ہیں) مطلب یہ کہ جب قوم توبہ نہ کرے تو خدا کہتا ہے کہ دوسرے عذاب کی امید رکھو اور انتظار کرو۔

ملت کی موت وحیات :- (۱) مسلمانوں کی ایک شخصی اور انفرادی زندگی ہے۔ (۲) دوسری ملی واجتماعی زندگی ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کو ملت اسلامیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ملت اور اجتماعی زندگی ہے اور ۱۲ کروڑ پاکستانی مسلمانوں کی اجتماعی زندگی یہ بھی ایک ملی زندگی ہے۔ تو ملی زندگی کی موت بھی اور حیات بھی ایک روح سے وابستہ ہے۔ جب تک جان ہے تو جسم کی قیمت ہے ورنہ جسم کو قبر میں دیکھو ہر عضو کو مٹی کھاجاتی ہے۔ ہر چیز خاکستر ہوجاتی ہے اور اعضاء منتشر ہوجاتے ہیں کہیں سر اور کہیں پاؤں وغیرہ۔ غالب نے خوب کہا ہے:

؎ زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب — موت کیا ہے اعضاء کا پریشاں ہونا

شخصی یا انفرادی زندگی :- قرآن کریم نے شخصی زندگی کو بھی تصریح فرمائی ہے۔

(۱) کل نفس ذائقة الموت: کہ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔

(۲) الامتاع الغرور :- کہ دنیا کی زندگی ایک دھوکہ ہے۔ بس موت آنے پر سب کھیل ختم۔

(۳) كيف تكفرون بالله وكنتم امواتاً فاحياكم: کہ تم اللہ سے کس طرح کفر کرتے ہو تم مردہ تھے، تمھیں زندہ کیا (الخ) اس آیت میں بھی شخصی زندگی کا ذکر ہے۔

جماعتی یا ملی حیات :- ملی حیات کے لئے بھی ایک روح ہے۔

" وكذالك اوحينا اليك روحاً من امرنا " :- ہم نے اپنی طرف سے تمھارے ہاں ایک روح بھیجی ہے۔ وہ روح کیا ہے؟ وہ ہے قرآن وسنت۔

تو ملت کی جان میں دین ومذہب روح کی مانند ہے۔ جب یہ نکلے تو سمجھ ملت مرگئی۔ ملت کی موت ہے۔ " اذا دعاکم لما یحییکم " (کہ جب تمھیں وہ (دین ومذہب) دعوت دیتے ہیں اس چیز کی طرف جو تمھارے لیے حیات ہے۔ اگر یہاں حیات سے مراد شخصی زندگی لیتے ہو تو مومن کو پہلے بھی یسر ہے۔ مومن زندہ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ روح کوئی اور ہے۔ وہ دین ہے۔ اور جب یہ دین کی روح کلا یا بعضاً نکل جاتی ہے تو جس طرح جان کے نکلنے پر شخصی زندگی کی موت ہے اسی طرح دین کے نکلنے پر ملت کی موت ہے۔ لکل امۃ اجل فاذاجاء اجلھم لایستاخرون ساعۃ ولایستقدمون " (ہر امت کیلئے اجل (موت) ہے جب ان کی اجل آئے گی تو وہ آگے پیچھے نہ ہوگی۔) ہماری ملت کی ایک ابتداء اور ایک انتہا ہے۔

ابتداء ۳۱۳ (حضرات صحابہ کرامؓ) کی تھی۔ روح دین عروج پر تھی۔ بے سروسامانی کی حالت کے باوجود تمام تختوں اور تاجوں کو اپنے پاؤں تلے روندا اور آج ۹۰ کروڑ انتہاء ہے کہ کثرت کے باوجود بھی کافر کے ہاتھوں پس رہے ہیں۔ یہ جان نکلنے والی موت نہیں، یہ دین کی روح کے نکل جانے والی موت ہے۔ بس یہ ہے ملی موت۔ جو قومیں مسلمانوں کے نام سے کانپتی تھیں آج انہیں مسلمانوں کے قتل اور بے عزتی کرنے میں مزہ آتا ہے۔ پاکستان کے بن جانے میں ہمارا کوئی ہنر اور کوئی کمال نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض کرم نوازی کی۔ یہ (ملک پاکستان) انعام دیا، کہ دیکھیں یہ لوگ شکر بھی کرتے ہیں کہ نہیں۔ تو ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا کہ اگر پہلے ایک فی ہزار شرابیوں کی تعداد تھی تو اب دس فیصد ہے۔ زنا عام، گانا بجانا عام، کونسا گناہ ہے جو ہم میں نہیں؟ اتنے بڑے سانحہ (سقوط ڈھاکہ) کے بعد او بے غیرت قوم تیرے گانے بجانے اور ریڈیو کا طرز نہیں بدلا۔ آج مرجانے کا وقت آگیا ہے کہ نہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

" اذاکان امرائکم خیارکم وامورکم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیرلکم من بطنھا واذا کان امرائکم " (جب تمھارے امراء (حکمران) تم میں سے نیک ہوں اور تمھارے کام باہمی مشورہ سے طے پاتے ہوں تو اس زمین کی پشت (یعنی زندہ رہنا) تمھارے لئے بہتر ہوگی۔) " شرارکم وامورکم الیٰ نسائکم فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا " (اور جب امراء حاکم برے ہوں گے اور تمھارے امور عورتوں کی طرف ہوں گے (یعنی تم پر عورتیں حاکم ہوں گی) تو اس وقت زمین کا پیٹ (قبر) تمھارے لئے بہتر ہوگا۔ یعنی موت بہتر ہوگی۔ (الحدیث)۔ ہمیں اب بھی اللہ تعالیٰ سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ اپنے اعمال بد سے توبہ کرنی چاہیئے اور اسلام کی ترقی والے اصول اپنانے چاہئیں۔

جناب سید جلال الدین عمری صاحب

قرآن مجید کا اہل کتاب سے خطاب

قرآن مجید نے مشرکین عرب اور اہل کتاب سے براہ راست خطاب کیا اور انہیں دین حق کی دعوت دی۔ "اہل کتاب" کی اصلاح اس نے یہود و نصاریٰ کے لیے جن کے پاس خدا کی نازل کردہ کتابیں توریت اور انجیل تھیں، استعمال کی ہے۔ گوکہ یہ مقدس کتابیں مسلسل تحریفات کی وجہ سے اپنی شکل میں محفوظ نہیں تھیں تاہم اہل کتاب ہونے کا انہیں امتیاز حاصل تھا۔

مشرکین عرب کا دین ہی دین شرک تھا۔ توحید کا تصور بھی ان کے لیے گراں گزر رہا تھا۔ لیکن اہل کتاب کا دامن بھی شرک سے پاک نہ تھا۔ یہود کے ایک طبقہ نے حضرت عزیزؑ کو خدا کا بیٹا بنا دیا اور نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیحؑ ابن اللہ تھے۔ قرآن کریم نے کہا ان کا محض دعویٰ ہے۔ اس کی وہ کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔

"وقالت الیہود عزیز ابن اللّٰہ وقالت النصاری مسیح ابن اللّٰہ۔ ذالک قولھم بافوا ھھم یضاھئون قول الذین کفروا من قبل قتلھم اللّٰہ انیٰ یوفکون۔" (التوبہ: ۳۰)

ترجمہ:- یہود نے کہا کہ عزیزؑ اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیحؑ اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی زبانوں سے نکلی ہوئی (بے سند) بات ہے۔ یہ ان سے پہلے کافروں کے قول سے مشابہت اختیار کر رہے ہیں۔ اللہ انھیں ہلاک کرے۔ یہ کہاں بہکے جا رہے ہیں۔

اس پہلو سے ان کے اور مشرکین عرب کے درمیان ایک گونہ مماثلت پائی جاتی تھی۔ قرآن مجید نے صاف الفاظ میں ان کی طرف کفر و شرک بھی منسوب کیا ہے۔ (۱) لیکن اس کے باوجود توحید، وحی و رسالت، کتب سماوی، آخرت اور جزا و سزا جیسے اساسات دین کے اصولی طور پر قائل تھے۔ اس لیے قرآن مجید نے انہیں مشرکین سے الگ شمار کیا اور دونوں کے درمیان بعض احکام میں فرق بھی کیا ہے۔

مشرکین عرب خود بھی یہود و نصاریٰ کو اپنے سے جدا اور صاحب کتاب مانتے تھے اور ان کی عظمت کے قائل تھے۔ قرآن مجید ان کے سامنے اس حیثیت سے آیا کہ وہ خدا کی آخری کتاب ہے۔

---

(۱). ملاحظہ ہو: البقرہ ۱۰۵، المائدہ ۱۷، ۷۲، ۷۳، ۷۸، الحشر ۲۔ البنیہ ۱، ۶۔

اسے قبول کرکے وہ راہ ہدایت پاسکتے ہیں ۔ اب کتاب کے نہ ہونے کا وہ کوئی عذر نہیں کرسکتے چنانچہ فرمایا توریت خدا کی طرف سے ہدایت اور رحمت بن کر آئی تھی اور اس میں احکام شریعت کی تفصیل موجود تھی ۔ اس کے بعد ارشاد ہے ۔

" وهذا كتب انزلنه مبرك فاتبعوه واتقوا لعلكم ترحمون ٥ ان تقولوا انما انزل الكتب على طآئفتين من قبلنا وان كنا عن دراستهم لغفلين ٥ او تقولوا لوانا انزل علينا الكتب لكنا اهدى منهم " ۔ (الانعام : ۱۵۵،۱۵۷)

ترجمہ : یہ کتاب مبارک ہم نے نازل کی ہے ۔ پس تم اس کی اتباع کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو ۔ امید ہے تم پر رحم ہوگا ۔ تاکہ تم یہ نہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دوگروہوں پر نازل ہوئی تھی اور ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں ۔ یا تم یہ کہو کہ اگر کتاب ہم پر نازل ہوتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے ۔

یہ آیت صراحتاً بتاتی ہے کہ یہود ونصاریٰ کو مشرکین عرب اہل کتاب اور خود کو غیر اہل کتاب سمجھتے تھے ۔ اس فرق واختلاف کے باوجود بعض باتیں ان کے درمیان مشترک بھی تھیں ۔ عرب کے مشرکین صدیوں سے آسمانی ہدایت سے محروم تھے ۔ دونوں کا حضرت ابراہیمؑ سے نسلی تعلق تھا اور اس پر وہ نازاں بھی تھے لیکن حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات کو مشرکین نے بڑی حدتک فراموش کردیا اور اہل کتاب انہیں یہودیت اور نصرانیت کا علمبردار ثابت کرنے کی سعی لاحاصل میں لگے ہوئے تھے ۔ جب کہ حضرت ابراہیمؑ کا دامن شرک سے پاک تھا اور ان کی دعوت توحید خالص کی دعوت تھی ۔ یہودیت ونصرانیت نے حضرت ابراہیمؑ کے بہت بعد جنم لیا اور اس نے جو شکل اختیار کرلی اس کا ان سے کوئی تعلق نہ تھا ۔

" ما كان ابراہيم يهودياً ولا نصرانياً ولكن كان حنيفا مسلماً وما كان من المشركين "

ترجمہ :۔ ابراہیمؑ یہودی تھا اور نہ نصرانی ، بلکہ ہر طرف سے یکسو اور خدا کا فرماں بردار تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا ۔ (ال عمران : ۶۷)

اسلام کی دشمنی میں دونوں برابر کے شریک اور ایک دوسرے کے معاون تھے ۔ اس دشمنی میں اہل کتاب یہاں تک کہہ بیٹھتے تھے کہ اسلام کے ماننے والوں سے مشرکین عرب زیادہ ہدایت یافتہ اور راست رو ہیں ۔ " هولاء اهدى من الذين امنو اسبيلاً " (النساء : ۵۱)

" یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں "

یہ پس منظر تھا جس میں قرآن مجید نے مشرکین اور اہل کتاب سے خطاب کیا۔ اس کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کی وساطت سے دنیا کی ان قوموں سے بھی خطاب کیا جو کسی آسمانی ہدایت کے تصور سے خالی ہیں جو شرک، بت پرستی اور اوہام وخرافات میں مبتلا اور بے سمجھے باپ دادا کے رسوم ورواج اور قدیم روایات کی پابند ہیں اور ان قوموں کو بھی اپنا مخاطب بنایا جو کوئی آسمانی کتاب رکھتی ہیں یا اپنے پاس آسمانی کتاب کے ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ اس طرح اس نے بالواسطہ ساری دنیا کے فساد عقیدہ و عمل پر تنقید کی اور ان پر راہ ہدایت واضح کی۔ قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے صحیفہ ہدایت ہے اور یہ اس کا ایک لازمی تقاضا ہے۔

اہل کتاب کی تاریخ بعض پہلوؤں سے بڑی شاندار رہی ہے۔ یہ تاریخ نبوت و رسالت، دینی امامت وقیامت اور حکومت وریاست کی تاریخ ہے۔ وہ اپنے وقت میں دنیا کے امام اور قائد تھے اور خدا کی طرف سے سب سے افضل قرار دیئے گئے تھے۔

"یابنی اسرائیل اذکر وانعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین"

ترجمہ:۔ اے بنواسرائیل یاد کرو میرے احسان کو جو میں نے تم پر کیا تھا اور یہ کہ میں نے تمھیں تمام عالم پر فضیلت عطا کی۔ (البقرہ: ۴۷)

یہ مضمون سورۃ جاثیہ میں زیادہ واضح ہے۔

"ولقد اتینا بنی اسرائیل الکتاب والحکم والنبوۃ ورزقنا ھم من الطیبات و فضلنا ھم علی العالمین" ترجمہ:۔ ہم نے بنواسرائیل کو کتاب، حکومت اور نبوت سے سرفراز کیا اور کھانے کے لیے پاک چیزیں عطا کیں اور انہیں سارے عالم پر فضیلت بخشی۔ (الجاثیہ: ۱۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں: "اذکروانعمۃ اللہ علیکم اذجعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واتاکم مالم یوت احدا من العالمین"

ترجمہ:۔ یاد کرو اللہ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا۔ جب کہ اس نے تم میں انبیاء پیدا کیے، تم کو فرماں روا بنایا اور تمھیں وہ کچھ دیا جو عالم میں کسی کو نہیں دیا تھا۔

اہل کتاب کی تاریخ کے ان تابناک پہلوؤں کے ساتھ اس کے تاریک پہلو بھی رہے ہیں۔ ان تاریک پہلوؤں پر وہ کبھی پوری طرح قابو نہ پاسکے بالآخر زوال اور پستی کی آخری حد کو پہونچ گئے۔ وہ بار بار خدا کے غضب کا نشانہ بنتے رہے۔ ذلت وخواری کی وہ تمام شکلیں انہیں دیکھنی پڑی جو خدا کی کسی مغضوب قوم کو دیکھنی پڑتی ہیں۔

" ضربت علیھم الذلة این ماثقفوا آ الابحبل من اللّٰه وحبل من الناس وضربت علیھم المسکنة ۔ ذلک بانھم کانوا یکفرون بایات اللّٰه و یقتلون الانبیاء بغیر حق ۔ ذلک بما عصولو کانوا یعتدون ۔" (آل عمران : ۱۱۲)

ترجمہ : جہاں کہیں وہ پائے گئے ان پر ذلت کی مار پڑی ۔ سوائے اس کے کہ انہیں اللہ کی مدد اور انسانوں کی مدد ملی ہو ۔ وہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے ۔ ان پر محتاجی ودرماندگی مسلط کردی گئی یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور پیغمبروں کو انہوں نے ناحق قتل کیا ۔ یہ سب ان کی نافرمانی اور زیادتیوں کی وجہ سے ہوا۔ (۱)

خدا کا غضب جن شکلوں میں ان پر نازل ہوتا رہا اس کا ذکر سورۃ مائدہ میں ان الفاظ میں ہوا ہے ۔

" قل ھل انبئکم بشر من ذلک مثوبة من عنداللّٰه ۔ من لعنه اللّٰه وغضب علیه و جعل منھم القردة والخنازیر وعبد الطاغوت ۔ اولیک شر مکاناً واضل عن سوآء السبیل ۔"

ترجمہ : "کیا میں تمھیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے برا انجام کیا ہے ؟ ان لوگوں کا انجام ہے جن پر اللہ کی لعنت ہوئی اور اسکا غضب نازل ہوا اور جنہیں اللہ نے بندر اور سور بنادیا اور جنھوں نے طاغوت کی بندگی کی ، انکا انجام زیادہ برا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں ۔"

(المائدہ : ۶۰) قرآن مجید نے اہل کتاب کے سامنے ان کی فکری اور عملی گم راہیوں کی تاریخ رکھی ان کی سرکشی اور بغاوت کی داستان سنائی ، ان کی دنیاپرستی اور آخرت فراموشی کا ذکر کیا ۔ خدا اور رسولؐ کو ماننے کے باوجود جس طرح انہوں نے قدم قدم پر معصیت اور نافرمانی کا ارتکاب کیا اس کا احوال سنایا اور بتایا کہ ان پر خدا کی نعمتوں اور احسانات کی مسلسل بارش ہوتی رہی لیکن انہوں نے ہمیشہ ناشکری اورناسپاہی کا رویہ اختیار کیا ۔

قرآن مجید نے ان تحریفات کی بھی نشاندہی کی جو توریت اور انجیل میں کی گئیں ۔ ان میں خدا کی طرف اس کی عظمت کے منافی صفات منسوب کی گئیں ، اس کی شان کے خلاف باتیں کہی گئیں ، پیغمبروں کی سیرت وکردار کو دغدار بنایا گیا ۔ ان پر گھناؤنے الزامات لگائے گئے ۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف ہی نہیں کی بلکہ بڑے بھیانک جرائم کا ارتکاب کیا ۔ حتیٰ کہ ان کے ہاتھ بعض پیغمبروں کے قتل تک سے رنگین ہوئے ۔ قرآن مجید نے ان کی تحریفات وتلبیسات کا پردہ ہی چاک نہیں کیا بلکہ یہ بھی بتایا کہ ان کتابوں کی اصل تعلیم کیا تھی ، خدا کے پیغمبروں نے انہیں کیا

(۱) الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہ آیت سورۃ بقرہ میں بھی آئی ہے ۔ البقرہ : ۶۱

ہدایت دی تھیں اور ان سے کن باتوں کا عہد وپیمان لیا تھا۔ قرآن مجید نے اس سوال کا بھی جواب دیا کہ اہل کتاب میں بگاڑ کا آغاز کیسے ہوا اور اس کے کیا مادی اور نفسیاتی عوامل تھے؟ اس نے تفصیل سے ثابت کیا کہ ان میں وہ وہ تمام اسباب جمع ہوگئے تھے جو کسی قوم کو ابدی زوال اور پستی کی طرف لے جاتے ہیں اور جس کے بعد اسے ابھرنا نصیب نہیں ہوتا۔ اس میں شک نہیں ان میں نیک اور صالح افراد بھی تھے جن کا دامن ان گندگیوں سے بڑی حد تک پاک تھا جو ان کے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کی سلیم الطبعی اور فطری خوبی نے انہیں راہ راست پر قائم رکھا تھا۔ وہ حق و باطل میں فرق کرسکتے تھے۔ اور اسے قبول کرنے کی ان میں جرات وہمت بھی تھی اور وہ قبول کر بھی رہے تھے۔ ان کی حیثیت خس وخشاک کے ڈھیر میں جواہر ریزوں کی تھی۔ قرآن مجید نے ان کی تعریف وتوصیف کی۔ (۱) اس طرح تنقید اور جائزہ میں توازن باقی رکھا اور عدل وانصاف کی مثال قائم کی۔ اہل کتاب کی یہ ایک مستند تاریخ ہے۔ اس لیے کہ خود انہوں نے کبھی اس کا انکار نہیں کیا اور اسے غلط نہیں قرار دیا۔ یہ ایک نبی امی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معجزہ ہے۔ قرآن مجید نے اس پوری بحث کو محض تاریخ رہنے نہیں دیا بلکہ اہل کتاب کو اصل دین کی طرف رجوع کی دعوت دی اور کہا کہ اسے قبول کرکے وہ اپنی ہی کتابوں پر عمل کریں گے۔ اس سے ان کا انحراف اپنی ہی کتابوں سے انحراف ہوگا۔

" یا اهل الکتاب لستم علی شيء حتیٰ تقیموا التوراة والانجیل وما انزل الیکم من ربکم ولیزیدن کثیراً منهم ما انزل الیک من ربک طغیاناً وکفرا فلا تاس علی القوم الکفرین "

ترجمہ:۔ " اے اہل کتاب تمھاری کوئی بنیاد نہیں ہے جب تک کہ تم توریت اور انجیل کو اور اس کتاب کو جو تمھاری طرف نازل کی گئی ہے قائم نہ کرو (اے پیغمبرؐ!) جو کتاب تم پر تمھارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر کو ضرور بڑھادے گی۔ جو لوگ کفر کرنے والے ہیں تم ان پر افسوس نہ کرو۔ " (المائدہ: ۶۸)

مزید فرمایا دین حق کو قبول کرنا ان کے لیے کفارہ سئیات ثابت ہوگا، ان کی اب تک کی غلطیاں معاف ہوجائیں گی اور ان کے لیے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ دنیا کی نعمتوں اور آسائش وراحت کے بھی وہ مستحق قرار پائیں گے۔

" ولوانهم اقاموالتورٰة والانجیل وما انزل الیهم من ربهم لا کلو امن فوقهم ومن تحت ارجلهم منهم امة مقتصدة وکثیر منهم سآء مایعلمون " (المائدہ: ۶۶)

---

(۱). ملاحظہ ہو آل عمران: ۷۵، ۱۱۳، ۱۱۹، المائدہ: ۸۲، ۸۵)

ترجمہ:۔ "اگر وہ توریت اور انجیل کو اور جو ان کی طرف ان کی رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے قائم کرتے تو ان کے اوپر اور نیچے سے انھیں رزق عطا ہوتا اور وہ اسے کھاتے۔ ان میں سے ایک گروہ سیدھی راہ پر ہے لیکن برا ہے ان میں سے بیشتر جو کچھ کررہے ہیں۔"

ایک جگہ فرمایا کہ اگر وہ خدا کی آخری ہدایت کو قبول کرلیں تو اپنے نبی پر ایمان لانے کے اجر کے ساتھ آخری نبیؐ پر ایمان پر ایمان لانے کے ثواب سے بھی نوازے جائیں گے اور انہیں نور ہدایت نصیب ہوگا جس سے ظلمتیں کا فور ہوجاتی ہیں اور آدمی دین حق کی روشنی میں پورے شرح صدر کے ساتھ کامیابی اور کامرانی کیطرف بڑھنے لگتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والوں سے خطاب ہے:

"یایھاالذین امنو اتقوا اتقوا اللّٰہ وامنوا برسولہ یوتکم کفلین من رحمۃ ویجعل لکم نورا تمشون بہ و یغفر لکم واللّٰہ غفور رحیم" (الحدید: ۲۸)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ وہ تمھیں اپنی رحمت کے دو حصے دے گا اور تمھیں نور عطا کرے گا جس کو لےکر تم چلوگے اور تمھاری مغفرت کرے گا اور اللہ غفور ورحیم ہے"

دنیا کے عروج وزوال اور آخرت کی کامیابی وناکامی کے بارے میں وہ بڑی بھیانک غلط فہمیوں کا شکار تھے۔ وہ کامیابی کو اپنا حق سمجھے تھے حالانکہ اس کےلیے خدا کے ہاں کچھ متعین ضابطے ہیں۔ یہ ضابطے ناقابل تغیر ہیں۔ یہ کسی فرد یا قوم کی خواہشات کے تابع نہیں ہیں ورنہ عروج کے بعد دنیا زوال نہ دیکھتی اور ہر شخص خدا کے انعام واکرام کا سب سے زیادہ خود کو مستحق سمجھتا۔ اہل کتاب کو غرور تھا کہ وہ پیغمبروں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے خدا کے پیارے اور اس کے محبوب ہیں۔ یہ ان کی خام خیالی تھی۔ اسی نے انھیں معصیت پر جری بنا رکھا تھا۔ ان کا خیال صحیح ہوتا تو ان کی معصیت کی وجہ سے ان پر باربار عذاب الہیٰ کے تازیانے نہ برستے اور وہ ہمیشہ کے لیے اس کی پکڑ سے محفوظ ہوتے۔ "وقالت الیھود والنصاریٰ نحن ابناء اللّٰہ واحباءہ ۔ قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء وللّٰہ ملک السموات والارض وما بینھما والیہ المصیر" (المائدہ: ۱۸)

ترجمہ:۔ "یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ ان سے کہو تو پھر وہ تمھیں تمھارے گناہوں پر سزا کیوں دتیا ہے، بلکہ تم اسی طرح بشر ہو جس طرح اس نے دوسرے انسان پیدا کیے۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب اللہ ہی کی ملک ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے"

انہیں جب اپنی بعض بھیانک غلطیوں کا احساس ہوتا تو کہتے کہ اس کی سزا چند دن کی ہوگی۔ اس کے بعد ہمارے لیے جنت ہی جنت ہے۔ اس بے دلیل اور بے سند بات کی قرآن نے تردید کی اور خدا کے قانون مکافات کو واضح کیا۔

" وقالو الن تمسنا النار الا ایاماً معدودةً۔ قل اتخذتم عندالله عهداً فلن یخلف الله عهده ام تقولون علی الله مالا تعلمون ٥ بلیٰ من کسب سیّئةً واحاطت به خطیئته فا ولیک اصحاب النار هم فیها خلدون ٥ والذین امنوا وعملوا الصلحت ولیک اصحب الجنة هم فیها خلدون " (البقرہ: ۸۰، ۸۲)

ترجمہ:۔ " وہ کہتے ہیں کہ ہم کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔ سوائے اس کے کہ چند روز کی سزا مل جائے۔ ان سے پوچھو کہ کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد وپیمان لے رکھا ہے جس کی خلاف ورزی وہ نہیں کرسکتا یا اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں ہے۔ ہاں جس نے بھی برائی کا ارتکاب کیا اور برائی نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا تو ایسے سب لوگ جہنم میں جائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے یہ سب جنت لے ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے "۔

ایک جگہ کہا گیا کہ انسان جھوٹی تمناؤں اور آرزوں سے جنت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اس کے لیے ایمان و عمل صالح شرط لازم ہے۔ جس کی کتاب حیات اس سے خالی ہوگی اور بدکاری کی زندگی اس نے گزاری ہوگی وہ اپنے نتائج بد سے بچ نہیں سکتا۔ اسے ان کا سامنا لازماً کرنا ہوگا۔

" لیس با مانیکم ولا امانی لهل الکتب۔ من یعمل سوءً یجزبه ولا یجدله ، من دون الله ولیاً ولا نصیرا ٥ ومن یعمل من الصلحت ذکر لوانثیٰ وهو مومن فلولیک یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیراً ٥ " (النساء: ۱۲۳، ۱۲۴)

ترجمہ:۔ " کامیابی کادارومدار نہ تمھاری آرزوں پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی برا عمل کرے گا اس کی اسے جزا ملے گی۔ وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا اور جو بھی مرد یا عورت عمل صالح انجام دے گا اور وہ مومن ہوگا تو یہ سب جنت میں جائیں گے اور ذرہ برابر ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔"

ایک اور جگہ واضح کیا گیا کہ خدا کا کسی گروہ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ وہ اپنے قانون عدل کے تحت ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرے گا۔

" ان الذين امنوا والذين هادوا والنصرى والصبئين من امن بالله واليوم الاخر وعمل صالحاً فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون ٥ "(البقرة: ۶۲)

ترجمہ: " بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ، نصرانی یا صابی ہوئے تو ان میں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھے اور عمل صالح اختیار کرے تو ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے انہیں نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے " (۱)

اس طرح ایمان کی کمزوری ، مادی اغراض کے غلبہ ، آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی ترجیح ، خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی سے گریز ، موت کے خوف ، نفس اور خواہش کی پیروی ، قومی اور نسلی غرور ، آپس کی پھوٹ اور گروہ بندی نے یہود کو مستحق لعنت بنادیا اور وہ ہمیشہ کے لیے خدا کی رحمت سے دور کردیئے گئے ۔ ان کے مقابلہ میں نصاریٰ کو رہبانیت ، دنیا سے بے زاری اور غلوفی الدین جیسی بیماریاں لگ گئیں ۔ یہود کی حیثیت ایک مادہ پرست قوم کی اور نصاریٰ کی ایک راہبانہ گروہ کی ہوگی ۔ ان کا دینی اور اخلاقی اعتبار ختم ہوگیا ۔ ان کا وجود گواہی دے رہا تھا کہ دنیا کے اسٹیج پر انھیں جو کردار ادا کرنا تھا وہ کردار اب وہ ادا نہیں کرسکتے ۔ وہ اس قابل نہیں رہ گئے ہیں کہ دنیا کی امامت وقیادت کا منصب سنبھال سکیں ۔ اس کے بعد خدا کے فیصلے کے تحت آخری رسوم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی ، آپ کی قیادت میں امت مسلمہ صفحہ عالم پر ابھری ، اس کا تزکیہ ہوا ، اس کے عقیدہ وعمل کی اصلاح ہوئی ، خدا سے اس کا تعلق مضبوط ہوا ، اس کے کردار اور سیرت کو رفعت اور بلندی عطا ہوئی ۔ اسے ان خرابیوں سے پاک کیا گیا جن میں دنیا کی دوسری قومیں بتلا تھیں ۔ اس کی راہ میں سخت ترین آزمائشیں آئیں لیکن اس نے دین کا دامن نہیں چھوڑا ۔ حکومت واقتدار سے اس کے اندر معصیت اور بغاوت کے جذبات نہیں ابھرے بلکہ اسے اس نے خدا کی مرضی کے تابع رکھا ۔ اسے امم عالم میں "خیرامت" کے مقام پر فائز کیا گیا اور کہا گیا کہ تمھیں دنیا کی اصلاح کے لیے برپا کیا گیا ہے ۔ تم معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو ۔ (آل عمران : ۱۱۰) اسے " امت وسط" کا لقب دیا گیا ، جو ہر طرح کی بے اعتدالیوں سے پاک اور ایک متوازن شاہ راہ حیات پر گامزن رہے ۔ نہ اسے کسی سے عداوت اور نفرت ہے اور نہ وہ کسی کی بے جا طرف داری کرتی ہے ۔ اس کی ذمہ داری دنیا کے سامنے حق کی شہادت دینا ہے ۔ (البقرہ : ۱۴۳) اس کے بارے میں اعلان ہوا کہ اسکے ہاتھ میں اقتدار آئے گا تو

(۱) یہ مضمون سورۃ مائدہ آیت نمبر ۶۹ میں بھی بیان ہوا ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو سورۃ حج آیت نمبر ۱۷

وہ خدا اور بندوں کے حقوق فراموش نہیں کرے گی بلکہ نماز قائم کرے گی ۔ زکوۃ دے گی، معروف کا حکم دے گی اور منکر سے باز رکھے گی ۔ (الحج : ۴۱)۔ امت مسلمہ کو اس منصب پر فائز کرنے کے ساتھ اسے بار بار ہدایت کی گئی کہ وہ اہل کتاب کی تاریخ سے سبق حاصل کریں ۔ ان کی روش نہ اختیار کریں، وہ خدا کو بھولے تو خود کو بھی فراموش کر بیٹھے ۔

" ولا تکونوا کالذین نسوا اللّٰہ فانسٰھم انفسھم اولیک ھم الفاسقون " (الحشر : ۱۹)

ترجمہ : " ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انھیں ان کا نفس بھلادیا ۔ یہی لوگ فاسق ہیں "۔ جب کوئی قوم خدا کو بھول جاتی ہے اور اس کی ہدایات کو نظر انداز کرنے لگتی ہے تو اپنے مرتبہ ومقام سے غافل ہوجاتی ہے ۔ اس کے اندر اپنی حیثیت اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس باقی نہیں رہتا ۔ خدا فراموشی خودفراموشی تک پہونچا دیتی ہے جو قوم خود فراموشی میں مبتلا ہوجاتی ہے وہ انجام بد کی طرف بڑھنے لگتی ہے اور بالآخر تباہی اس کا مقدر ہوجاتی ہے ۔ کسی ملت کے پاس خدا کی کتاب کا ہونا یا اس کا خدا کے رسول پر ایمان رکھنا اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے بگاڑ سے محفوظ ہوگئی ۔ جن قوموں کے پاس خدا کی کتاب تھی جب ان میں اس سے ہدایت حاصل کرنے کا جذبہ سرد پڑگیا اور اسے انہوں نے پس پشت ڈال دیا تو وقت گزرنے کے ساتھ ان پر قساوت قلب چھاگئی ۔ دل پتھر کی طرح سخت ہوگئے اور خدا اور رسول کی تعلیمات ان کے لیے بےاثر ہوکر رہ گئیں ۔ اس سے چوکس رہنے کی ضرورت ہے ۔ " ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامدفقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون٥ "

ترجمہ : " ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جنھیں اس سے پہلے کتاب دی گئی، پھر جب ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو انکےدل سخت ہوگئے ۔ انمیں سے بہت سے فسق ونافرمانی میں گرفتار ہیں " (الحدید:۱۶)

خدا کی کتاب امت کو جوڑنے اور متحد کرنے کے لیے آتی ہے ۔ حدیث کے الفاظ میں یہ " حبل اللہ المتین " ہے ۔ جب تک امت اللہ کی اس رسی کو خلوص کے ساتھ پکڑے رہتی ہے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں اس کی منتظر رہتی ہیں ۔ وحدت کی یہ اساس جب ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے تو امت کی وحدت پارہ پارہ ہوجاتی ہے اور چاروں طرف سے تباہی اور بربادی اس کی دروازوں پر دستک دینے لگتی ہے ۔ یہی صورتحال اہل کتاب کے ساتھ پیش آئی ۔ کتاب اللہ کی بنیاد پر ان میں اتحاد واتفاق پیدا ہوسکتا تھا لیکن بغاوت اور سرکشی کے جذبات نے انھیں اس بنیاد پر متحد ہونے نہ دیا ۔ وہ گروہوں میں بٹ گئے اور ہر گروہ دوسرے سے دست وگریباں رہنے لگا ۔ امت مسلمہ کو اس

سے سبق حاصل کرنا چاہیے ۔ اسکی فلاح کا راستہ یہ ہے کہ وہ اپنے تمام ذاتی وگروہی رجحانات کو خدا کے احکام کا تابع بنا دے اور خدا کی کتاب کو سرچشمہ ہدایت مان کر اس کی روشنی میں اپنا سفر حیات طے کرے ۔ " ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجآء ھم البینات ولولیک لھم عذاب عظیم o " (آل عمران : ۱۰۵) " ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور دلائل کے آنے کے بعد اختلافات میں پڑگئے ۔ ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۔"

سورۃ یونس میں یہ مضمون ان الفاظ میں بیان ہوا ہے :

" ولقد بوانا بنی اسرائیل مبوا صدق ورزقنھم من الطیبت ۔ فما اختلفوا حتیٰ جآء ھم العلم ۔ ان ربک یقضی بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون o " (یونس : ۹۳)

ترجمہ : " ہم نے بنواسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ دیا اور کھانے کے لیے پاکیزہ غذائیں عطا کیں ، لیکن وہ اختلافات میں نہیں پڑے مگر اس وقت جب کہ ان کے پاس علم آیا ۔ بے شک تمھارا رب قیامت کے روز ان کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کردیگا " ۔ (۱)

قرآن مجید نے ہر نازک موقع پر کہیں اشاروں میں کہیں صراحت کے ساتھ کہیں اختصار سے اور کہیں تفصیل سے ہدایت کی کہ ان کا دامن ان کمزوریوں اور آلائشوں سے پاک ہونا چاہیے جو اہل کتاب میں پیدا ہوگئی ہیں اور انھیں ان خوبیوں سے متصف ہونا چاہئے جو ان کے منصب کے شایان شان ہیں ۔ اسی سے وہ خدا کی ابدی رحمت کے مستحق اور دین ودنیا کی کامیابی سے ہمکنار ہوں گے ۔

قرآن مجید نے شرک پر زبردست تنقید کی ، اسکی کمزوریاں واضح کیں اور اس کے مقابلے میں توحید خالص کا تصور پیش کیا ۔ اس موضوع پر قرآن مجید نے اتنی مدلل اور پرزور بحث کی کہ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے شرک کا اعتبار ختم ہوگیا اور وہ توجیہات وتاویلات کا سہارا لینے پر مجبور ہوگیا ۔ اب وہ عقل کے میدان میں کبھی اپنا وجود ثابت نہیں کرسکتا ۔ شرک کی تردید اور توحید کے اثبات پر قرآن کی روشنی میں ہماری زبان میں بڑا مستند اور بڑا وقیع کام ہوا ہے اس سے فائدہ اٹھایا جانا چاہئیے اور بحمدللہ فائدہ اٹھایا بھی جارہا ہے ۔

قرآن مجید نے اہل کتاب سے بھی سنجیدہ بحث کی اور عقلی اور نقلی دلائل اور تاریخی حقائق کے ذریعہ ان پر حجت تمام کردی ۔ ان کی تاریخ میں عبرت ونصیحت کے جو پہلو ہیں وہ بھی واضح کردئے ۔ یہ موضوع اردو کے لیے گوبالکل نیا نہیں ہے ۔لیکن اس پر نسبتاً کم کام ہوا ہے جو ہوا ہے

(۱). یہ مضمون سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۱۴ اور سورۃ جاثیہ آیت نمبر ۱۷ میں بھی بیان ہوا ہے ۔

اس سے فائدہ اٹھایا جانا چاہیے اور بحمدللہ فائدہ اٹھایا بھی جارہا ہے ۔ قرآن مجید نے اہل کتاب سے بھی سنجیدہ بحث کی اور عقلی اور نقلی دلائل اور تاریخی حقائق کے ذریعہ ان پر حجت تمام کردی ۔ ان کی تاریخ میں عبرت و نصیحت کے جو پہلو ہیں وہ بھی واضح کردئے ۔ یہ موضوع اردو کے لیے گو بالکل نیا نہیں ہے لیکن اس پر نسبتاً کم کام ہوا ہے ، جو ہوا ہے اس کی قدروقیمت کے اعتراف کے باوجود یہ احساس ہوتا ہے کہ اس وسیع موضوع کے بہت سے گوشے بحث و تحقیق اور غوروفکر کا مطالبہ کرتے ہیں ۔ اسی احساس کے تحت میں نے ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی کے رفیق برادر عزیز ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی سے درخواست کی کہ وہ اس موضوع کو اپنائیں اور قرآن مجید کی روشنی میں اس کا مطالعہ کریں ۔ اس کی شرح وتفسیر کی حدتک حدیث ، تاریخ ،کتب تفسیر اور صحف سماوی سے مدد لیں ۔ ڈاکٹر رضی الاسلام سنجیدہ اور وسیع المطالعہ عالم دین ہیں ۔ ان کی محنت اور کدوکاوش کا حاصل اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے قرآن مجید نے اہل کتاب کی جو تصویر کشی کی ہے انہوں نے نہ صرف اسے ترتیب اور سلیقہ کے ساتھ پیش کیا ہے بلکہ مسلمانوں کے لیے ان کی تاریخ میں عبرت کے جو پہلو ہیں انہیں بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں نمایاں کردیا ہے ۔

میں نے کتاب شروع سے آخر تک دیکھی ہے ۔ اس کی تحریر وتسوید کے دوران میں بھی وہ برابر مشورہ کرتے رہے ہیں ۔ خدا کا شکر ہے اس موضوع پر ایک مفید اور معتبر تحریر تیار ہوگئی ہے ۔ کوئی علمی کوشش حرف آخر نہیں ہوتی البتہ اس کے بارے میں اتنی بات شاید غلط نہ ہوگی کہ مزید تحقیق کے لیے یہ ایک اچھی بنیاد بن سکتی ہے ۔ آج کل مطالعہ مذاہب سے دلچسپی بڑھ رہی ہے ۔ کتاب میں اس ذوق کی تسکین کا اہل کتاب کی حدتک کافی سامان موجود ہے ۔ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے بھی اس کی افادیت کم نہیں ہے ۔ اس سے وہ اہل کتاب کے بارے میں اسلام کے موقف کو بہتر طریقہ سے سمجھ سکتے ہیں ، اور اس کی روشنی میں دیگر مذاہب کے مطالعہ کا ذوق ابھر سکتا ہے اور ان کے ماننے والوں سے بحث وگفتگو میں بھی اس سے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنف کی اس کوشش کو قبولیت سے نوازے اور انھیں دین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے ۔

جناب ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی صاحب

امت اسلامیہ کے خلاف یہودی سازشیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرماکر جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں اوس وخزرج کے قبائل کی خاصی تعداد اسلام قبول کرچکی تھی۔ آپ کی آمد سے اہل مدینہ میں دین وشریعت پر عمل کرنے اور اس کے مطابق معاشرہ کو ڈھالنے کا جذبہ مزید گہرا ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ہجرت کے پہلے سال کچھ ایسے اجتماعی فیصلے فرمائے جن کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ مدینہ منورہ میں امن وسلامتی کے قیام میں مدد ملی بلکہ قبائلیت، علاقائیت اور لسانیت سے بالاتر ایک عالمگیر امت مسلمہ کا تشخص نمایاں ہوگیا۔

اسلام کا پیغام تو آغاز سے ہی عالمگیر تھا، اور کسی خاص علاقہ، نسل یا قبیلہ کے لوگوں تک محدود نہیں تھا۔ اس کے دامن میں قبائل قریش کو بھی پناہ ملی او اوس وخزرج کے باہم متحارب گروہوں کو بھی امن وسکون ملا، بت پرستوں کے لیے بھی اس کے دروازے اس طرح کھلے ہوئے تھے جس طرح یہودونصاریٰ کے لیے کھلے ہوئے تھے، چنانچہ شروع سے ہی مختلف علاقوں اور مختلف مذاہب کے لوگوں نے اسلام کی حقانیت کو سمجھا اور اسے قبول کیا۔ یہودیوں کی یہ بدقسمتی رہی ہے کہ وہ نسل پرستی کے اندھے تعصب میں مبتلا رہے ہیں، اسلام کے ابدی پیغام کے بارے میں بھی ان کا ردعمل معاندانہ اور تعصبانہ تھا۔ انہوں نے مدنی دور کے آغاز سے ہی سازشیں شروع کردی تھیں۔ ان کی سازشوں کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کو خاص طور پر جزیرۃ العرب میں اور عام طور پر دنیا بھر میں پھیلنے سے روکا جائے نیز دین کی بنیاد پر امت مسلمہ کو عالمی طور پر ابھرنے نہ دیا جائے، چنانچہ یہودیوں نے شروع سے ہی خفیہ طور پر سازشیں کیں، امت مسلمہ کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ امت کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے بہت سی سازشیں کیں۔ عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سرکردہ لیڈر تھا۔ یہودیوں کے ساتھ خاص راہ ورسم رکھتا تھا، اس نے مدینہ منورہ میں علاقائی تعصب پھیلانے کی پوری پوری کوشش کی، اہل مدینہ کو بارہا شہ دی کہ وہ بیرونی عناصر (مہاجرین) کو مدینہ منورہ کی سرزمین سے نکال دیں اور اس کی قیادت کو تسلیم کرلیں تاکہ وہ ان کی قومی حکومت قائم کرسکے۔ عبداللہ بن ابی نے نیشنلزم کا پرچار یہودیوں کی ملی

بھگت سے کیا تھا۔ بنو حنیفہ کے لیڈر مسیلمہ کذاب نے بھی علاقائی بنیاد پر نبوت کا دعوی کیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ آپ اپنی قوم (قریش) تک اپنی قیادت محدود رکھیں اور اس کے علاقے کے لوگوں کی حکومت اس کے حوالے کردیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کے قومیت کے اس نظریہ کو رد فرمایا تھا، مورخین لکھتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے علاقائی تعصب ابھار کر اپنی قیادت چمکانے کی کوشش کی تھی۔

یہودی قبائل اس حد تک اپنی سازشوں میں آگے بڑھے کہ انہوں نے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کی سازش کی تھی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قتل کرنے کا گھناؤنا منصوبہ بنایا، لیکن عہد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستحکم قیادت اور رسالت کی وجہ سے یہودیوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ دین اسلام کو ہر شعبہ زندگی میں غلبہ اور امت مسلمہ کا اجتماعی نظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت مزید مستحکم ہوا۔ نتیجتاً ملت اسلامی نے ایک مضبوط اور عالمگیر تہذیب وتمدن اسلامی عقیدہ واخلاق کی بنیادوں پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یہودی سازشوں کا سلسلہ عہد رسالت کے بعد بھی جاری رہا، لیکن عہد خلافت میں بھی انہیں کامیابی نہیں ہوسکی، عہد رسالت وخلافت میں امت مسلمہ کا اجتماعی شعور بیدار تھا۔ اخلاص دیانتداری، اخلاقی اقدار اور جذبہ علم وعمل مضبوط تھا۔ امت مسلمہ کی قیادت جن ہاتھوں میں تھی وہ بھی مخلصانہ طور پر اسلامی اقدار کے محافظ تھے ان کے ملی احساس وشعور اور ذہانت وفراست کی وجہ سے یہودیوں کو اپنے سازشی منصوبوں میں کامیابی نہیں ہوسکی۔ دین اسلام اپنی پوری قوت وعظمت کے ساتھ دنیا میں پھیلتا رہا۔ انیسویں صدی کے اختتام پر بیسویں صدی کے آغاز میں یہودیوں نے زیادہ منظم طریقہ سے اسلام اور ملت اسلامی کے خلاف سازشوں کا جال بچھانا شروع کردیا۔ ان سازشوں میں تین نمایاں محاذ تھے:

(۱). اسلام کے بنیادی عقائد وماخذ کو چیلنج کرنا ایسے لوگ باقاعدہ تیار کیے گئے جو دین کی بنیادوں کو مشکوک بناکر پیش کریں اور خاص طور پر سنت کی آئینی حیثیت کو تبدیل کریں اس کا مقصد یہ تھا کہ عام لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کرکے انہیں دین سے دور کیا جائے۔ مستشرقین کا ایک گروہ کافی عرصہ سے اس مقصد کےلیے کام کررہا ہے۔ اور ان کی تحریروں اور کتابوں کی اشاعت کا کام بہت منظم طریقہ سے ہورہا ہے۔

(۲). قوموں کی زندگی میں اجتماعی اخلاقی اقدار کی بہت اہمیت ہے جو قومیں اجتماعی طور پر اخلاقی

ہستی کا شکار ہوجاتی ہیں اور اپنی اقدار کو پامال کر کے بے راہ روی کا شکار ہوجاتی ہیں وہ ہمیشہ زوال پذیر ہوتی ہیں۔ امت مسلمہ میں بے راہ روی اور بدکرداری کو فروغ دینے کیلئے نہ صرف یہ کہ خفیہ طریقوں کو استعمال کیا گیا بلکہ ثقافت وکلچر کے نام پر بہت سی تنظیموں کو یہ کام سونپا گیا ہے۔

مسلمانوں کی تعلیمی نظام کی بنیادیں بھی تبدیل کرنے کی کوششیں کی گئیں تاکہ سوچ وفکر کا انداز بھی بدل جائے " اپنے علاوہ تمام اجتماعی قوتوں کو ختم کرنے کے لیے ہم اجتماعیت کی پہلی بنیاد کو تباہ کردیں گے یعنی جامعات کو"۔

(۳) امت مسلمہ کے سیاسی مقام اور بین الاقوامی امور میں انکے کردار کو ختم کرنے کے لیے بھی بہت سی خفیہ تنظیمیں قائم کی گئیں، ان کا مقصد امت مسلمہ کے سیاسی اداروں کو تباہ کرنا تھا۔ گذشتہ صدی میں ان بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ خلافت کے ادرہ کو مکمل طور پر تباہ کردیا جائے امت کے مفہوم کو بھلا کر علاقائی اور نسلی تصورات کو ابھارا جائے۔ جہاد، اجتہاد، شوریٰ اور اجماع وغیرہ کو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے نکال دیا جائے جسکے بعدامت اسلامیہ میں جدواحد کا تصور ایک خواب بن کر رہ جائے۔ یہودی تنظیمیں اپنے گھناؤ نے مقاصد کیلئے مسلسل کام کررہی ہیں یہودیوں کو اپنے مقاصد میں کس حدتک کامیابی حاصل ہوئی، اسکی وضاحت کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں، امت مسلمہ کی موجودہ حالت زار اور ماضی قریب کی تاریخ سب کے سامنے عیاں ہے

خلافت کا ادارہ ملت اسلامی کی سیاسی واجتماعی عظمت کا نگہبان رہا ہے جب تک یہ ادارہ قائم رہا اس وقت تک دنیا بھر میں امت مسلمہ کو ایک باعزت نمایاں مقام حاصل تھا۔ بین الاقوامی معاملات میں کوئی اہم فیصلہ ملت اسلامی کی شرکت کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ کمزور سے کمزور خلیفہ کی بات بھی بڑا وزن رکھتی تھی، اس لیے کہ خلیفہ کی بات دنیا بھر میں مسلمانوں کی بات سمجھی جاتی تھی۔ امت مسلمہ کو بھی خلافت کے ساتھ دینی، تہذیبی، تمدنی اور تاریخی تعلق رہا ہے۔

نظم خلافت کی وجہ سے امت مسلمہ کو اقوام عالم میں جو مقام اور عزت حاصل ہوئی ہے، اس کے بنیادی سبب دو تھے۔ ایک تو یہ کہ خلافت اقامت دین کےلیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا نام ہے، دوسرے یہ کہ خلافت کے ساتھ امت کی وحدت کا تصور بھی وابستہ ہے، خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی اور امت واحدہ کے شعور نے خلیفہ کو دنیا بھر کے مسلمانوں میں بہت عزت اور احترام کا مقام عطا کردیا تھا۔ خلافت بعض ادوار میں غیر متحرک ہونے کے باوجود امید کی کڑی تھی جو مسلمانوں کا وفاق اور نقطہ اتحاد بن سکے۔ یہودی مسلمانوں کی

اس عظمت وقوت کو ختم کرنا چاہتے تھے اور اس لیے بھی کہ خلافت ان کے لیے بے جا عزائم کی راہ میں رکاوٹ تھی۔ انیسویں صدی کے اخیر میں صہیونیت کے سیاسی پروگرام کا آغاز ہوا۔ تھیوڈور ہرزل (Tehodor Herzal-1860-1904) نے اس منصوبہ کی بنیاد رکھی۔ اس نے اپنی کتاب "Der Juden Stovat) یہودی ریاست) میں یہودیوں کی علیحدہ ریاست کا تصور دیا اور ساتھ ہی اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش شروع ہوگئی۔ ۱۸۹۷ء میں پہلی عالمی صہیونی کانگریس کا انعقاد باسل(Basle) میں ہوا، اس کے ذریعہ بظاہر تو بنیادی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا تھی کہ یہودیوں کے کچھ قومی وسیاسی مسائل ہیں۔ اقوام عالم کو ان مسائل کو حل کرنے میں مبذول کرنا چاہئیے اگر معاملہ اسی حقیقت تک محدود ہوتا تو اس میں کوئی ہرج بھی نہیں تھا لیکن یہودیوں کا اصل پروگرام خفیہ تھا، یہودی نسل اور ریاست کی تعمیر میں بہت سی اقوام کی تباہی کا منصوبہ مضمر تھا۔ یہودیوں کے ان سازشی منصوبوں میں استعماری قوتیں بھی شریک ہوگئیں تھیں۔

یہودیوں کا سب سے بڑا ہدف مسلمانوں کا نظم خلافت تھا۔ یہودی اسے ہر صورت میں ختم کرنا چاہتے تھے، اس لیے کہ اپنے مزاج، عناصر اور جذبہ ایمانی کی بدولت اگر کوئی قوم یہود اور شر کے قابلہ کی قوت رکھتی ہے تو وہ فطری حریف صرف ملت اسلامیہ ہے۔ ان مذموم مقاصد کے حصول کے لیے صہیونی طاقتوں نے دو محاذوں پر کام کیا۔ ایک طرف ترکی کے اندرونی محاذ پر زیر زمین کام شروع کیا اور داخلی مسائل پیدا کرکے حکومت کو کمزور کرنے کی کوششیں کیں۔ دوسری طرف عربوں میں نیشنل ازم اور علاقائیت کے جراثیم پیدا کرکے انہیں خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ صہیونی طاقتوں نے مشرق وسطی میں اپنے منصوبوں کو پورا کرنے کیلئے برطانوی نژاد ایک فرد تھامس ایڈور ڈلارنس (1888ء 1935) کو خاص طور پر یہ ذمہ داری سپرد کی کہ وہ فلسطین، شام اور جزیرہ عرب میں شیوخ اور امراء کو بغاوت پر آمادہ کرے۔ لارنس آثارقدیمہ کا ماہر تھا۔ آثار قدیمہ کے مطالعہ کے بہانے اس نے بارہا عرب ممالک کا دورہ کیا۔ کالج کے زمانے میں اسے قرون وسطی میں فوجی فن تعمیر سے خاص دل چسپی رہی، اس نے فرانس میں صلیبی دور کے قلعوں کا مطالعہ کیا، شام اور فلسطین کی جنگی اہمیت کی عمارتوں پر تحقیق کی اور اس موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ جیسس کالج آکسفورڈ میں پیش کرکے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۱۴ء کے آغاز میں لارنس نے اپنے ساتھیوں وولی (Wolley اور کیپٹن نیوکومب (Newcomb) کے ساتھ صحرائے سینا کی سیاحت کی اور اس سارے علاقے کا بغور مطالعہ کیا، خاص طور پر نہر سویز کے مشرق میں ترکی کی سرحد سے متصل علاقوں کا سروے کیا۔ غزہ اور عقبہ جیسے علاقے جو حربی نقطہ نگاہ سے بہت اہم تھے کا جائزہ لیا اور ان

علاقوں کے نقشے تیار کئے۔ پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو لارنس لندن کے جنگی ہیڈکوارٹر میں ماہر نقشہ نویس کی حیثیت سے بھرتی ہوگیا، جہاں اس نے صحرائے سینا کے نقشے تیار کرکے فوج کے حوالے کئے۔ لارنس نے نہ صرف یہ کہ نقشوں کی تیاری میں حکومت برطانیہ کی مدد کی بلکہ مشرق وسطی سے متعلق اپنی معلومات و تجربہ کی روشنی میں ایسے مشورے بھی دیے جس پر عمل کرکے خلافت عثمانیہ کو نقصان پہنچایا جاسکتا تھا۔ لارنس کی ان خدمات کے پیش نظر حکومت نے اسے فوج کی خفیہ سروس کے محکمہ میں لیفٹیننٹ کی حیثیت سے بھرتی کرکے قاہرہ بھیج دیا جہاں اس نے ترک افواج کے بارے میں راز حاصل کیے اور ترکی کے زیرانتظام عرب علاقوں کے نقشے بنائے۔ عربوں میں رہ کر لارنس نے عربی زبان پر مہارت حاصل کرلی اور وہ عرب تہذیب اور ثقافت سے بھی خوب واقف ہوگیا تھا۔ خفیہ ایجنسیوں نے جلدی اسے گرین سگنل دے دیا کہ وہ عربوں میں عرب قومیت اور علاقائیت کے نظریہ کو ابھارے اور اس کی بنیاد پر عربوں کو ترکی کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرے۔ لارنس نے تو پہلے سے ہی عربوں سے اچھے تعلقات بنارکھے تھے، اس نے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرکے عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرلیا، اس بغاوت میں سب سے نمایاں کردار امیرمکہ حسین بن علی کا تھا جسے یہ لالچ دیا گیا کہ وہ سارے عرب کا حکمران بنادیا جائے گا۔ اس سازش میں امیرمکہ کے بیٹے عبداللہ اور فیصل بھی شریک ہوگئے، فیصل ان دنوں عرب فوج کے ایک دستہ کا کمانڈر تھا اور بااثر شیوخ بھی امیرمکہ کے ساتھ شریک ہوگئے، ان کی مدد سے لارنس نے ترکوں کے خلاف گوریلا جنگ کا سلسلہ شروع کردیا اور دمشق سے مدینہ منورہ تک پلوں، شاہراہوں اور ریلوے لائن کو نقصان پہنچایا جس سے ترکوں کی سپلائی بری طرح متاثر ہوئی، ایسی افواہیں بھی پھیلائی گئیں جو عربوں اور ترکوں میں باہم نفرت پیدا کرسکتی تھیں، ادھر یہودی جنگ عظیم اول کے دوران اپنے خفیہ منصوبوں پر عمل درآمد میں مصروف تھے اور اس جنگ سے ایسے نتائج حاصل کرنا چاہتے تھے جو ان کے صہیونی عزائم کو پورا کرنے میں ممدو معاون ثابت ہوں۔ لارنس کو دونوں کا تعاون حاصل تھا، برطانوی استعمار کا بھی اور صہیونی قوتوں کا بھی لارنس کو جلدہی فیصل کی فوج میں لیفٹیننٹ کرنل کا عہدہ دے دیا گیا۔ حکومت برطانیہ کی جانب سے باغی قوتوں کو مالی امداد بھی دی گئی اور اسلحہ بھی سپلائی کیا گیا، ادھر امیرمکہ کو یہ لالچ دیا گیا کہ یہ سب کچھ اس کی آزاد مملکت کے قیام کے لیے کیا جارہا ہے اور یہ کہ بہت جلد اس کی تاج پوشی کی تقریب کی جائے گی۔ یہودیوں کی سازشیں رنگ لائیں اور بالآخر ۱۹۱۸ء میں ترکوں کا شام پر اقتدار ختم ہوگیا، لارنس اور اس کے گوریلوں نے ترکوں کو اس محاذ پر سخت نقصان پہنچایا۔ لارنس نے اس جنگ

میں بہت ہی سفاکی کا مظاہرہ کیا، اس نے عرب فوج کو حکم دیا کہ وہ ترکیوں کو جنگی قیدی نہ بنائیں بلکہ انہیں موقع پر ہی گولی مار دیں اس طرح ترکوں کا بہت بڑا جانی نقصان ہوا۔ ترکوں کا اقتدار ختم ہوتے ہی لارنس اور استعماری قوتیں اپنے وعدوں سے پھر گئیں امیر مکہ سے جو وعدے کئے وہ پورے نہیں ہوئے بلکہ ایک خفیہ معاہدہ کے تحت عراق و فلسطین پر برطانیہ قابض ہوگیا اور شام کے علاقہ پر فرانس نے تسلط جمالیا۔

خلافت عثمانیہ کے خلاف اندرونی محاذ پر یہودیوں نے جو سازشی جال پھیلایا اس کی ایک جھلک دکھانے کےلیے ہم خلیفہ عبدالحمید ثانی کا ایک تاریخی خط پیش کررہے ہیں جو انہوں نے اپنے شیخ حضرت ابوالشامات محمود آفندی علیہ الرحمہ کو اس وقت لکھا تھا جب عبدالحمید کو خلافت سے معزول کرکے جلاوطنی اور قید تنہائی پر مجبور کردیا گیا تھا۔

قارئین کرام اس خط کے مندرجات سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ امت مسلمہ کے نظم خلافت کو منہدم کرنے کے لیے صہیونی طاقتوں نے کیسی کیسی سازشیں کیں اور یہ کہ ان سازشوں میں کون کون شریک رہے۔ خط کا اردو ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

یاھو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین وافضل الصلوۃ واتم التسلیم علی سیدنا محمد رسول رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین۔"

میں انتہائی نیازمندی کے ساتھ طریقہ شاذلیہ کے اس عظیم المرتبت شیخ ابوالشامات آفندی کی خدمت اقدس میں جن کے روحانی فیوض وبرکات سے اپنے دور کے بڑے بڑے مشائخ کو روحانی جلا اور بالیدگی حاصل ہوئی یہ عرضداشت پیش کرتا ہوں۔ اولاً میں اپنے محترم شیخ کے بابرکت ہاتھوں کو بوسہ دینے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ حضرت والا مجھے اپنی نیک دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ تقدیم احترام کے بعد عرض گذار ہوں کہ مجھے آپ کا اس سال (۱۹۱۳ء) ۲۲ مئی کا لکھا ہوا گرامی نامہ موصول ہوا۔ میں تہہ دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں حمدوثنا کرتا ہوں کہ اس نے آنجناب کو ہر طرح خیروعافیت سے رکھا۔

سیدی! اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا فضل وکرم ہے اور انہی کی توفیق سے میں طریقہ شاذلیہ کے وظائف پابندی کے ساتھ دن رات پڑھ رہا ہوں۔ جناب والا سے یہ میری عاجزانہ درخواست ہے کہ میرے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا فرماتے رہیں، میں ہمیشہ سے آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ اس

مختصری درخواست کے بعد میں جناب محترم اور آپ جیسے مخلص علماء کرام دینی قیادت رکھنے والوں، امت مسلمہ کے تمام سنجیدہ اور عقل سلیم رکھنے والوں اور آئندہ آنے والی نسلوں کی خدمت میں درج ذیل تاریخی امانت پیش کرتا ہوں۔

جناب والا! میں یہ بات صاف صاف بتانا چاہتا ہوں کہ امت مسلمہ کی خلافت کی ذمہ داریوں سے ازخود دست بردار نہیں ہوا بلکہ مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا ہے، یونینسٹ پارٹی جو جوانان ترک کے نام سے مشہور ہے، نے میرے راستہ میں بے شمار رکاوٹیں پیدا کردی تھیں، مجھ پر بہت زیادہ اور ہر طرح کا دباؤ ڈالا، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مجھے دھمکیاں دیں اور سازشوں کے ذریعہ مجھے خلافت چھوڑنے پر مجبور کیا۔ یونینسٹ پارٹی نے پہلے تو مجھ پر اس بات کے لیے دباؤ ڈالا کہ میں مقدس سرزمین فلسطین میں یہودیوں کی قومی حکومت کے قیام سے اتفاق کرلوں۔ مجھے اس پر مجبور کرنے کی کوششیں بھی کیں لیکن ان کے تمام دباؤ کے باوجود میں نے اس مطالبہ کو ماننے سے صاف انکار کردیا۔ میرے اس انکار کے بعد ان لوگوں نے مجھے ایک سو پچاس ملین اسٹرلنگ پاؤنڈ سونا دینے کی پیشکش کی۔ میں نے اس پیشکش کو بھی یہ کہہ کر رد کردیا کہ یہ ایک سو پچاس ملین اسٹرلنگ پاؤنڈ سونا تو ایک طرف اگر تم یہ کرہ ارض سونے سے بھر کر پیش کرو تو میں اس گھناؤنی تجویز کو نہیں مان سکتا۔ میں تیس سال سے زیادہ عرصہ تک امت محمد علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت کرتا رہا ہوں اس تمام عرصہ میں میں نے کبھی بھی اس امت کی تاریخ کو داغدار نہیں کیا۔ اس طرح میرے آباؤاجداد اور خلافت عثمانیہ کے حکمرانوں نے بھی ملت اسلامیہ کی خدمت کی ہے اس کی تاریخ کو تابناک رکھا ہے، لہذا میں کسی صورت اور کسی حالت میں بھی اس تجویز کو نہیں مان سکتا۔ میرے اس طرح واضح انکار کے بعد مجھے خلافت سے ہٹانے کا فیصلہ کیا گیا اور اس فیصلہ سے مجھے مطلع کردیا گیا کہ مجھے سلانیک میں جلاوطن کیا جارہا ہے مجھے اس فیصلہ ہی کو قبول کرنا پڑا۔ کیونکہ میں خلافت عثمانیہ اور ملت اسلامیہ کے چہرے کو داغدار نہیں کرسکتا تھا۔ خلافت کے دور میں فلسطین میں یہودیوں کی قومی حکومت کا قیام ملت اسلامیہ کے لیے انتہائی شرمناک حرکت ہوتی اور دائمی رسوائی کا سبب بنتا۔ خلافت ختم ہونے کے بعد جو کچھ ہونا تھا ہوگیا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہوں اور ہمیشہ اس کا شکر بجا لاتا ہوں (کہ اس رسوائی کا داغ میرے ہاتھوں نہیں لگا) میرے خیال میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ واقعات کو سمجھانے میں بہت مددگار ثابت ہوگا۔ بس اس غرض کے ساتھ میں اپنی تحریر ختم کرتا ہوں۔ آخر میں ایک مرتبہ پھر آپ کے متبرک ہاتھوں کو چومنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور پوری پوری امید کرتا ہوں کہ جناب میرے آداب و تسلیم کو قبول فرمائیں گے۔ تمام احباب اور دوستوں کو بھی میرا سلام پیش کردیجئے۔

میرے مرشد ! میں نے پوری دیانتداری کے ساتھ اس معاملہ کو آپ کے سامنے پیش کردیا ہے ، یہ میری دلی خواہش تھی کہ میں آپ اور آپ جیسے مخلص احباب کی توجہ اس معاملہ کی طرف مبذول کراؤں ۔ انتہائی ادب واحترام کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے ۔ والسلام ۲۲ ایلول 1329 (عثمانی کیلنڈر کے مطابق ستمبر ۱۹۱۳ء)

ملت اسلامیہ کا خادم عبدالحمید بن عبدالمجید

خلیفہ عبدالحمید کے اس خط کا بغور مطالعہ کریں تو بہت سے حقائق سامنے آتے ہیں ۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل یقین تھا یہ یقین ان کے ایمان کامل کی دلیل ہے ۔ ہوسکتا ہے کہ ایمان کا یہ درجہ جس کی جھلک ان کے مکتوب میں نظر آرہی ہے ۔ انہیں قید تنہائی میں حاصل ہوا ہو ۔ لیکن اس پورے خط کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان کی قوت ہی تو تھی جس کی وجہ سے انہوں نے یہودیوں کی اتنی بڑی مادی پیشکش ٹھکرادی اور ملت اسلامیہ کی تاریخ کو اپنے عہد میں داغدار ہونے سے بچائے رکھا ۔ دوسرے یہ کہ اہل اللہ اور اہل علم سے انہیں گہرا قلبی تعلق تھا ، خلیفہ ان کا جس قدر احترام کیا کرتے تھے اس کا اظہار ان کے اس خط کے ایک ایک لفظ سے ہوتا ہے ۔ تزکیہ قلب وروح کے لیے وہ باقاعدہ سلسلہ شاذلیہ سے وابستہ تھے ۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ یہود اور مغرب کی سامراجی قوتوں کے سامنے عزم واستقامت کے ساتھ ڈٹے رہے اور اپنے دور خلافت میں یہودیوں کو سرزمین فلسطین میں قطعہ زمین کسی قیمت پر بھی خریدنے کی اجازت نہیں دی ، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب تک ترکی میں خلافت عثمانیہ قائم رہی اس وقت تک استعماری قوتوں کا فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا ۔ یہ ایسے حقائق ہیں جس پر امت مسلمہ کو غور وفکر کرنا چاہئیے کہ کس قدر عیاری کے ساتھ اغیار نے ہمارا اجتماعی نظم تباہ کیا اسکے ساتھ ہی ہمارا تعلیمی ، تربیتی ، معاشرتی نظام منتشر ہوکر رہ گیا ۔ " فاعتبروا یا اولی الابصار " ۔

(۱). المنافقون ۴۳ ۔ ۸۰۷ مزید تفصیلات کیلئے ان آیات مبارکہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں ۔ (۲). الطبری ، تاریخ ج ۲۰ ، ص : ۱۴۶ .... (۳). مصباح الاسلام فاروقی Jewish Conspiracy پروٹوکول نمبر ۱ ..... (۴). ایضاً پروٹوکل نمبر ۱۶ ، (اس میں تعلیمی ادارے خصوصاً جامعات میں نصاب تعلیم ، نظام تعلیم ، طرز تعلیم اور دیگر تعلیمی سرگرمیوں کو تباہ کرنے کے یہودی منصوبہ کا ذکر ہے) ..... (۵). ازگارودی ، (The Case of Israel) (شروق انٹرنیشنل ، لندن ۱۹۸۳ء ص : ۷) ..... (۶). تصیلات کیلئے جدید انسائیکوپیڈیا برٹانیکا مقالہ لارنس ، ٹی ای ۔

◇◇◇◇◇◇

جناب ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری صاحب (کراچی)

علم فتاویٰ اور کتب فتاویٰ

فقہ اسلامی میں افتاء، استفتاء، الفتاویٰ، الفتیا (بضم الفاء) اور ان کے مشتقات کا استعمال بہت قدیم ہے۔ عربی لغت میں اس کا مادہ ف، ت، واو، یا آتا ہے اور اسی مادے سے فتویٰ وفتوۃ کے الفاظ بھی دیے جاتے ہیں جن کے معنیٰ نوجوان، جواں مرد اور جواں مردی کے بھی ہوتے ہیں " لویس معلوف (۱) نے اپنی لغت کی کتاب " المنجد " میں "فتویٰ" کے معنی کرم وسخا، زیرکی اور شباب کے بھی لکھا ہے۔ فتویٰ کا لفظ قرآن کریم میں بھی بہ کثرت معنوں میں آیا ہے، مثلاً

(۱) حکم دینا :- ویستفتونک فی النساء قل اللّٰہ یفتیکم فیھن (۲)
(اور وہ لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئیے اللہ ان کے بارے میں حکم دیتا ہے)۔

(۲) تحقیق چاہنا :- " یستفتونک قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلالۃ " (۳) " لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئیے کہ اللہ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتا ہے) نیز مایا: " قضی الامر الذی فیہ تستفتیان " (۴) (فیصل ہوا وہ کام کس کی تحقیق تم چاہتے تھے)

۳۔ خواب کی تعبیر بتانا :- " یا ایھا الملاء افتونی فی رویائی " (۵) (اے دربار والو میرے اس کو اب خواب کے بارے میں تعبیر بتاؤ)

۴۔ جواب دینا :- " یوسف ایھا الصدیق افتنا " (۶) (اے یوسف، اے صدق مجسم، آپ ہم لوگوں کو اس کا جواب دیجئے۔

۵۔ مشورہ دینا۔ چاہنا :- قالت یا ایھا الملاء افتونی فی امری " (۷) (کہنے لگی اے دربار والو مشورہ دو مجھ کو میرے کام میں)

لفظ فتویٰ تاریخی اعتبار سے :- تاریخی فتاویٰ کا اگر بنظر تعمق مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آغاز عہد نبوی سے ہوگیا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کسی نے کسی امر کے متعلق سب سے پہلا فتویٰ پوچھا، اس کے متعلق تو کچھ کہنا مشکل ہے لیکن کتب سیرت میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ پوچھنے والوں میں مرد بھی رہے ہیں اور عورتیں بھی،

حضرت علی کرم اللہ وجہ جیسے فاضل لوگ بھی ان میں نظر آتے ہیں اور کبھی بے چاری ان پڑھ بوڑھی عورتیں بھی فتویٰ طلبی کے خطوط بھی آتے ہیں اور ان کے تحریری جوابات بھی دیے جاتے۔ اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک زمانے میں جب لوگ فتوے پوچھنے آتے اور آپ مصروف ہوتے تو فرماتے کہ جاؤ حضرت ابوبکرؓ سے پوچھو۔ (۸)

عورتوں کو بعض زنانہ مسائل کے متعلق مردوں سے کچھ پوچھتے شرم آتی ہے، عورتیں عورتوں ہی سے بے تکلف پوچھ سکتی ہیں۔ چنانچہ سورۃ "احزاب" میں ازواج مطہرات امہات المومنین کے فرائض میں اس کا اس طرح ذکر آتا ہے۔ "واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من آیت اللہ والحکمۃ" (احزاب: ۲۴) (تمھارے گھروں میں اللہ کی آیتوں اور حکم کا جو بیان ہوتا ہے اسے بیان کرو)۔ اس میں مذکورہ قسم کے زنانہ فتوے بھی شامل ہیں اور دیگر عام احکام کے متعلق بھی، امام ابن حزم نے اپنی سیرت نبویہ میں عورتوں کی جو فہرست دی ہے ان میں زیادہ تر امہات المومنین اور ان کی پروردہ عورتیں نظر آتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے متعلق مشہور حدیث ہے کہ ان سے آدھا علم سیکھ سکتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خلافت کے زمانے میں اہم اور پیچیدہ مسئلوں میں امہات المومنین سے اکثر مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ المختصر پہلا مجموعہ فتاویٰ تو قرآن کریم ہے جیسا کہ آیت کریمہ سے مترشح ہوتا ہے۔ "ولایاتونک بمثل الا جئنک بالحق واحسن تفسیراً" (فرقان: ۳۳) (اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں، مگر ہم ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا عنایت کردیتے ہیں)۔

قرآن کریم کے بعد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ لیکن یہ امور چونکہ فقہیہ وغیر فقہیہ مسؤلۃ وغیر مسؤلۃ پر محتوی ہے اس لیے جزوی طور پر فتاویٰ کا ذکر ملتا ہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ فتویٰ نویسی نے ایک فن کی حیثیت اختیار کرلی اور بکثرت کتب فتاویٰ منظرعام پر آئیں۔ چونکہ فتاوے کا تعلق براہ راست علم فقہ سے ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مختلف ادوار کا مختصراً ذکر کردیا جائے۔ علامہ محمد الخضری نے اپنی تالیف "تاریخ التشریع الاسلامی" میں فقہ اسلامی کے یہ چھ ادوار قائم کیے ہیں۔

(۱) فقہ بہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (۲) فقہ بہ عہد صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔ (۳) فقہ بہ عہد صغار صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنھم (یہ عہد پہلی صدی ہجری یا اس کے کچھ دنوں بعد ختم ہوجاتا ہے)۔ (۴) وہ عہد جب فقہ نے مستقل علم کی شکل اختیار کرلی۔

(یہ دور دوسری صدی کے اوائل سے شروع ہوکر تیسری صدی کے آخر میں ختم ہوجاتا ہے)
(۵). وہ عہد جس میں ائمہ فقہا کے مابین مسائل فقہیہ پر بحثیں ہوئیں اور نہایت کثرت سے فقہی مسائل پیدا ہوئے۔(یہ دور خلافت عباسیہ کے زوال اور تاتارگردی کے کچھ دنوں بعد ختم ہوجاتا ہے)
(۶). فقہ بزمانہ تقلید۔ (یہ دور پانچوں دور کے بعد شروع ہوا اور آج تک قائم ہے) متذکرہ بالا ادوار میں بکثرت مفتیوں کا پتہ چلتا ہے۔ تفصیلات کے لیے کتاب مذکور کا مطالعہ کیا جائے۔ یہاں ہم عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوراً ہی بعد کے بعض مفتیوں کا ذکر کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو تاریخ فتاوے کی اولیات کا علم ہوجائے۔

مفتیان مدینہ :- (۱). حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (م ۵۷ھ) (۲). حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م ۷۳ھ) (۳). حضرت ابوہریرہؓ (م ۵۷ھ) (۴). حضرت سعیدؒ بن المسیب المخزومی (م ۹۴ھ)(۵). حضرت عروہؒ بن زبیر بن العوام الاسدی (م ۹۴ھ) (۶)حضرت ابوبکرؒ بن عبدالرحمن (م ۹۴ھ) (۷). حضرت علیؒ بن الحسین (م ۹۴ھ) (۸). حضرت عبیدؒاللہ بن عبداللہ (م ۹۸ھ)

مفتیان مکہ معظمہ :- (۱). حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ) (۲). حضرت مجاہدؒ بن زبیر (م ۱۰۳ھ) (۳) حضرت عکرمہؒ ابن عباس (م ۱۰۸ھ) (۴). حضرت ابوالزؒبیر محمد بن مسلم (م ۱۳۸ھ)

مفتیان کوفہ :- حضرت علقمہ بن قیس (م ۲۲ھ)۔ حضرت مسروق الاجدع (م ۶۳ھ) حضرت شریح بن الحارث (م ۹۵ھ)۔ حضرت سعید بن جبیر (م ۹۵ھ)۔ حضرت عامر بن شرجیل (م ۱۰۴ھ)

مفتیان شام :- (۱). حضرت عبدالرحمن الغنم الاشعری (م ۷۸ھ)

مفتیان مصر :- حضرت عبداللہ بن عمرالعاص (م ۷۰ھ) حضرت رجاء بن حیوۃ الکندی (م ۱۱۲ھ)

مفتیان یمن :- حضرت طاؤس بن کیسان الجندی(م ۱۰۶ھ)۔ حضرت وہب بن الصنعانی (م ۱۱۴ھ)

پہلی صدی ہجری کے بعد فقہاء کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ ان علماء وفقہاء نے کتب فقہ مدون کیں اور بعض نے کتب فتاویٰ مرتب کیں۔ خالص فتاوے کے تحریری مواد کی تاریخ بھی عہد صحابہ ہی سے شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ تاریخوں میں اکثر اس کا ذکر آتا ہے کہ ایک شخص ایک مرتبہ حضرت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتووں کا مجموعہ لایا۔ انہوں نے پڑھ کر اس کی چند چیزوں کو تو برقرار رکھا اور باقی کو میٹ دیا اور فرمایا کہ یہ علیؓ کی طرف غلط منسوب ہے، وہ ہرگز ایسا فتویٰ نہیں دے سکتے۔ یہ واقعہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ہی کا ہوسکتا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس بھی ایک صحابی ہیں۔ اس لیے اولین کتاب فتاویٰ گویا عہد صحابہؓ کی یادگار ہے۔

ابوالحسین البصری (م ۴۳۶ھ) نے اپنی کتاب " المعتمد فی اصول الفقہ " (ج ۲، ص ۲۹ - ۳۰) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی نہیں حضرت زید بن ثابت کے فتوؤں کا بھی ذکر کیا ہے جو ظاہر کتابی صورت میں پانچویں صدی ہجری تک پائے جاتے تھے۔ یقیناً دیگر فقیہ صحابہ حضرت ابن مسعود وغیرہ نے بھی بہت سے فتوے دیئے ہوں گے جو ممکن ہے کہ جمع بھی ہوئے ہوں۔ تابعین کے زمانہ میں سب سے زیادہ خدمت اس علم کی قاضی کرتے تھے، ان کے پاس ہر روز مقدمے پیش ہوتے اور وہ اپنے فیصلوں کا بحذف مکررات انتخاب کرتے تھے۔ ایسا ایک مجموعہ امام ابو یوسف کی طرف منسوب بھی ہے۔ ان کے شریک درس امام محمد شیبانی کی کتاب " الرقیات " کو جواب نہیں ملتی، ان کے شہر " رقہ " کے " قضاۃ " کے زمانے کے فیصلوں کا مجموعہ بتائی جاتی ہے۔

اسلام کے جلیل القدر فقیہ حضرت ابوحنیفہ نے بھی بعض معاصرین صحابہ کرام سے فتوے پوچھے ہیں، چنانچہ تاریخوں میں ان صحابہ کے نام آتے ہیں۔

(۱). حضرت انس (م ۹۱ھ) (۲). حضرت عبداللہ بن ابی اوفی (۸۷ھ) (۳). حضرت واثلۃ بن الاسقع (م ۸۳ھ) (۴). حضرت سہل بن ساعد (م ۸۸ھ) (۵). حضرت عامر بن واثلہ (م ۱۰۲ھ) وغیرہم۔ الغرض کتب فتاویٰ کی تاریخ عہد صحابہ وتابعین سے شروع ہوتی ہے۔ حاجی خلیفہ نے اپنی تالیف " کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون " میں اسمٰعیل پاشا البغدادی نے اپنی تالیف " ہدیۃ العارفین فی آثار المولفین والمصنفن " میں اور بروکلمان نے تاریخ ادبیات عربی میں کتب فتاویٰ کا مفصل ذکر کیا ہے۔ موخر الذکر نے فتاوے نام کی ۱۰۲ کتابوں کا ذکر کیا ہے، یہاں ہم کشف الظنون وغیرہ سے بعض کتب فتاویٰ کا ذکر کریں گے، جن کا تعلق تیسری صدی ہجری سے گیارہویں صدی ہجری تک ہے۔

تیسری صدی ھجری:۔ (۱). فتاویٰ ابی بکر (۲). فتاویٰ ابی القاسم

چوتھی صدی ھجری:۔ (۱). فتاویٰ ابن قطان (۲). فتاویٰ ابی اللیث (۳). فتاویٰ ابن الحراد۔

پانچویں صدی ھجری:۔ (۱). فتاویٰ ابن الصباغ (۲). فتاویٰ الاسبیجابی (۳). فتاویٰ خواہرزادہ (۴). فتاویٰ شمس الائمہ (۵). فتاویٰ الفضلی (۶). فتاویٰ الجندی۔

چھٹی صدی ھجری:۔ (۱). فتاویٰ ابن ابی عصرون (۲). فتاویٰ ابی الفضل (۳). فتاویٰ الارغیانی (۴). فتاویٰ الترتاشی (۵). فتاویٰ حسام الدین (۶). فتاویٰ الدنیازی (۷). فتاویٰ الرشید (۸). فتاویٰ سراجیہ (۹). فتاویٰ ظہیریہ (۱۰). فتاویٰ قاضی خاں (۱۱). فتاویٰ الکبریٰ (۱۲). فتاویٰ نصفیہ (۱۳). فتاویٰ

واسطیہ (۱۴). فتاویٰ شہاب الدین (۱۵). فتاویٰ الصغریٰ۔

ساتویں صدی ھجری:- (۱). فتاویٰ ابن ابی الارم (۲). فتاویٰ ابن رزین (۳). فتاویٰ بالصلاح (۴). فتاویٰ ابن عبدالسلام (۵) فتاویٰ ابن مالک (۶). فتاویٰ صوفیہ (۷). فتاویٰ العربیہ (۸). فتاویٰ موہوب (۹). فتاویٰ الوالجی۔

آٹھویں صدی ھجری:- (۱). فتاویٰ ابن عقیل (۲). فتاویٰ ابن فرکاح (۳). فتاویٰ جلال الدین (۴). فتاویٰ حنیفہ (۵) فتاویٰ الزرکشی (۶). فتاویٰ السبکلی (۷). فتاویٰ نووی (۸). فتاویٰ طرطوسیہ۔

نویں صدی ھجری:- (۱) فتاویٰ ابن ابی شریف (۲) فتاویٰ اضبلی زادہ (۳) فتاویٰ قاسمیہ۔

دسویں صدی ھجری:- (۱) فتاویٰ ابن الشبلی (۲). فتاویٰ ابی سعود (۳) فتاویٰ زینتیہ ج (۴) فتاویٰ الشبلی (۵) فتاویٰ عدلیہ۔

گیارہویں صدی ہجری:- (۱). فتاویٰ رضائی (۹)۔ (۲). فتاویٰ شیخ الاسلام (۱۰)۔ (۳). مجمع الانھر (۱۱)۔ وغیرہ اور بعض دیگر کتب فتاویٰ کا بھی پتہ چلتا ہے مثلاً:

(۱) جواہر الفتاویٰ (۲) فتاویٰ عبداللہ بن عباس (۳) فتویٰ مہدیہ (۴) فتاویٰ خیریہ لنفع البریہ (۵) مغنی المستفتی عن سوال المفتی (۶) عقودالدریۃ فی تنقیح فتاویٰ الحامدیۃ (تالیف ۱۲۳۸ھ) (۷) فتاویٰ ابن تیمیہ (۸) فتاویٰ برہنہ۔

پاک وہند میں کتب فتاویٰ کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ اس براعظم پر مسلمان حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں پہنچ چکے تھے۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف کے زمانے میں کچھ خاندان ہندوستان کے جنوبی سواحل پر آباد ہوگئے، بعد میں تجارت کے فروغ سے یہاں عرب تاجروں کی مستقل آبادیاں قائم ہوگئیں۔ ادھر سندھ میں عربوں کی فاتحانہ پیش قدمی نے یہاں انقلاب پیدا کردیا۔ اس علاقے میں عربوں کا اثرورسوخ بھاولپور وملتان تک چوتھی صدی ہجری تک رہا۔ بہرکیف جب اس براعظم میں آزاد سلطنتیں قائم ہوئیں تو فتوؤں کا سلسلہ بھی شروع ہوا، جگہ جگہ مدارس ومساجد میں علماء کرام موجود تھے جو فتوے دیا کرتے تھے۔ مسلمانوں سے غیر مسلموں نے بھی شریعت اسلامیہ کے بارے میں استفسارات کیے ہیں۔ چنانچہ اسی قسم کے استفسارت کا حال بزرگ بن شہریار کی کتاب "عجائب الھند" سے معلوم ہوتا ہے۔ بزرگ بن شہریار ایک عرب جہاز راں محمد حسن نامی کی زبانی تیسری صدی ہجری کا یہ واقعہ نقل کرتا ہے: "میں ۲۸۸ھ میں منصورہ میں تھا۔ وہاں مجھ سے مستند بزرگوں نے بیان کیا کہ "اتواء" کے راجہ نے جو ہندوستان کا بڑا راجہ تھا اور جس کی حکومت

کشمیرزیریں میں تھی اور جس کا نام " مہروک بن رائق" تھا۔ ۲۷۰ھ میں منصورہ کے بادشاہ عبداللہ کو لکھا کہ وہ اسلام کی شریعت کا کچھ حال زبان ہندیہ میں اس کو بتائے۔ (۱۲) چنانچہ ایک عراقی الاصل سندھی عالم نے اس استفتاء کا جواب لکھا جو ایک منظوم نظم کی صورت میں تھا۔

پاک وہند کے مسلمان بادشاہوں اور امیروں کو نہ صرف فقہ اسلامی سے دلچسپی تھی بلکہ انہوں نے اس فن میں تصانیف بھی چھوڑی ہیں، چنانچہ سلطان محمود غزنوی فقہ اسلامی کا زبردست عالم تھا۔ اس نے ایک کتاب " التفرید فی الفروع " لکھی تھی جو بلاد غزنہ میں بہت مقبول ہوئی، اس میں شافعی مذہب کے مطابق بکثرت مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ امام مسعود بن شیبہ جو اعیان فقہاء میں سے تھے۔ انہوں نے سلطانی نسخہ سے اس کو نقل فرمایا تھا۔ (۱۳) اسی طرح ظہیرالدین بابر " بادشاہ " نے بھی اصول مذاہب پر ایک کتاب لکھی تھی۔ (۱۴) خوندمیر نے بادشاہ ہمایوں کے ایما پر قانون ہمایوں کے نام سے فقہ میں ایک کتاب لکھی۔ (۱۵)

پاک وہند میں جو ممتاز کتب فتاویٰ نظر آتی ہیں وہ بھی مسلمان بادشاہوں اور امیروں کی مرہون منت ہیں۔ تاریخ کے مطالعہ سے ان کتب فتاویٰ کا پتہ چلتا ہے۔

(1) فتاویٰ فیروز شاہی (2) فتاویٰ ابراہیم شاہی (3) فتاویٰ اکبرشاہی (4) فتاویٰ عادل شاہی (5) فتاویٰ تاتارخانی (6) فتاویٰ عالم گیری وغیرہ۔ موخرالذکر کی نگرانی شیخ نظام برہانپوری فرمارہے تھے۔ دہلی کے نام گرامی علماء فقہاء کے علاوہ اطراف واکناف کے بکثرت علماء کو بلایا گیا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق پچاس سے زائد علماء اس کام کے لیے مختص تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحبؒ بھی اس کی تدوین میں " ملا حامد" کے معاون تھے، لیکن بعد میں عزلت پسندی کی وجہ سے علیحدہ ہوگئے۔ (۱۶) فتاویٰ عالمگیری اصلاً عربی میں لکھی گئی تھی۔ اس کے بعد خود عالمگیر نے مولانا عبداللہ رومی نے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کرایا۔ مولانا موصوف روم سے ہندوستان وارد ہوئے تھے۔ (۱۷) بختاورخاں نے " مراۃ العالم " میں ان کی بڑی تعریف لکھی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری عرب وعجم میں مقبول ہے۔ مصر سے بھی اس کے اڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں مولانا امیرعلی لکھنوی نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے جو فتاویٰ ہندیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تو شاہی سرپرستی کی کتابیں ہیں، خانہ نشین اہل علم کے نجی فتووں کے مجموعے بھی ہر شہر میں ملیں گے کیونکہ فتویٰ طلبی کی ضرورت ہر اس مقام پر ہوتی ہے جہاں دیندار مسلمان رہتا ہو۔ پارس کی مسجد میں استفتاء آتے ہیں تو فتوے فرانسیسی میں دیے جاتے ہیں۔ انگلستان میں آج کل اماسی (۷۰) مسجدیں

ہیں اور اس تعداد میں الحمدللہ اضافہ ہورہا ہے۔ وہاں کے اسلامی رسالوں میں باب الاستفتاء بھی اب نظر آنے لگا ہے۔ پاک وہند کے اسلامی دور حکومت میں چونکہ ایسی عدالتیں قائم تھیں جو قانون وقت اور قانون شریعت کے مطابق مقدمات فیصل کرتی ہیں۔ اس لیے نجی فتووں کے زیادہ تر مجموعے اس وقت نظر آتے ہیں جب مسلمان دورغلامی میں داخل ہوئے، چنانچہ ۱۸۵۷ء سے کچھ قبل اور بعد میں مختلف زبانوں میں عموماً اردو زبان میں خصوصاً اس قسم کے مجموعوں کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ قاموس الکتب اردو مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء میں اردو کتب فتاویٰ کی ایک ناقص فہرست دی گئی ہے ہم وہاں سے اور دیگر ماخذ سے بعض اردو کتب فتاویٰ کا ذکر کرتے ہیں جس سے قارئین کرام کو اندازہ ہوگا کہ زبان اردو میں اس فن میں کس قدر سرمایہ موجود ہے۔

کتاب فتاویٰ (اردو) :- احمد حسین خاں : فتاویٰ محبوبیہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۱۶ء، احمد رضا خاں (۱۸) الطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (۱۲ جلدیں) مطبوعہ بریلی، ۱۳۱۰ھ (۳) ایضاً : احکام شریعت (۴) ایضاً : عرفان شریعت (۵) احمدیار خاں : فتاویٰ نعیمیہ (۶) ارشاد حسین رامپوری : فتاویٰ ارشادیہ، مطبوعہ ۱۹۵۵ء (۷) اشرف علی تھانوی امدادالفتاویٰ، مطبوعہ کراچی (۱۹) (۸) اصغر حسین : فتاویٰ محمویہ (۹) اعزاز علی، اعزاز الفتاویٰ (قلمی) (۱۰) امجد علی : فتاویٰ امجدیہ (۱۱) امداد علی : امداد الفتاویٰ، مطبوعہ آگرہ، ۱۸۷۰ء (۱۲) امیرالدین گوپاموی، مفتی : فتاویٰ امریہ، قلمی (۱۳) امیر علی لکھنوی، فتاویٰ ہندیہ (ترجمہ فتاویٰ عالم گیری) مطبوعہ لکھنو (۱۴) برکت علی فرنگی محلی : ترجمہ اردو فتاویٰ مولانا عبدالحیّ لکھنوی (قلمی) ۱۳۴۵ھ (۱۵) رحیم الدین : فتاویٰ صدارت العالیہ حیدرآباد دکن، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۴ھ (۱۶) رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ ۱۳۴۲ھ (۱۷) رکن الدین مفتی، فتاویٰ نظامیہ، مطبوعہ حیدرآباد دکن، (۱۸) زاہدالقادری، فتاویٰ آستانہ، مطبوعہ دہلی، ۱۹۵۴ء (۱۹) صدیق حسن خاں : مجموعہ آگرہ، ۱۳۰۷ء (۲۰) ظفراحمد : امداد الاحکام (قلمی) (۲۱) عابد علی کشمیری : مجموعہ الفتاویٰ، مولانا عبدالحیّ، مطبوعہ آگرہ ۱۳۰۷ھ (۲۲) عبدالباری فرنگی محلی : فتاویٰ قیام الملتہ والدین، مطبوعہ لکھنو (۲۳) عبدالحفیظ، مجموعہ فتاویٰ (قلمی) (۲۴) عبدالرحمن میرفتاویٰ : اہل السنت والجماعت، مطبوعہ دت پرشاد پریس (۲۵) عبدالرزاق ملکی حیدرآبادی (۲۶) عبدالعزیز : فتاویٰ عزیزالمکرم (قلمی)

(۲۷) عبدالغفار لکھنوی : فتاویٰ بے نظیر، ۱۲۹۰ھ (۲۸) عبدالفتاح، مفتی : جامع الفتاویٰ، مطبوعہ ۱۳۰۳ھ (۲۹) عبدالقدوس شاہ : شرح الفتویٰ، مطبوعہ ۱۲۹۰ھ (۳۰) عبدالکریم : امداد المسائل (قلمی) (۳۱) عبدالواحد سیوستانی، علامہ : فتاویٰ قاسمیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۶ھ (۳۲) محمد شفیع مفتی : امداد

المفتین، مطبوعہ کراچی سنہ (۳۳) محمد قسم: فتاویٰ قاسمیہ، مطبوعہ لاہور سنہ ۱۳۵۳ھ (۳۴) محمد مسعود شاہ: فتاویٰ مسعودی (قلمی) ۱۲۹۵ تا سنہ ۱۳۰۴ (۳۵) مراد خاں: ترجمہ فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ سنہ ۱۳۱۲ (۳۶) مہر علی شاہ گولڑوی: مجموعہ فتاویٰ (مہریہ) (۳۷) نزیر حسین دہلوی: فتاویٰ نزیریہ، مطبوعہ دہلی (۳۸) نظام الدین حنفی: فتاویٰ نظامیہ، مطبوعہ لاہور، سنہ ۱۹۲۰ (۳۹) نواب علی وعبدالجلیل: ترجمہ فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ حیدر آباد دکن سنہ ۱۳۱۳ھ۔

متذکرہ بالافتاویٰ کے علاوہ بعض فتاوے وہ ہیں جن کے صرف نام معلوم ہوسکے، مثلاً فتاویٰ غوثیہ، فتاویٰ سعدیہ، فتاویٰ عثمانیہ، فتاویٰ مفتی محمد رمضان، فتاویٰ مفتی نثار احمد کانپوری وغیرہ، پاک وہند کے بکثرت علماء ایسے بھی ہیں جنہوں نے بے شمار فتاوے دیے مگر یا تو وہ جمع نہ ہوسکے یا وہ ہمارے علم میں نہیں ہیں۔ ان علماء کرام کی فہرست بھی بڑی طویل ہے۔

حواشی

(۱) المنجد، مطبوعہ بیروت، ۱۹۵۱ء ص ۹۸ (۲) نساء: ۴۷ (۳) ایضاً (۴) یوسف: ۴۱ (۵) ایضاً ۴۳ (۶) یوسف: ۴۶ (۷) نمل: ۳۲ (۸) تاریخ الخلفاء (ترجمہ اردو) شمس بریلوی ۴۰، مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ کراچی ۱۹۸۰ء (۹) حاجی خلیفہ: کشف الظنون، جلد دوم، ص ۲۱۸ تا ۲۳۰ / (۱۰) مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر عبدالرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان المدعو بہ شیخ زادہ کی تالیف ہے۔ بلدہ اورنہ (روم) میں ۱۹ جمادی الآخر ۱۰۷۷ھ میں مکمل ہوئی اور سنہ ۱۲۶۳ھ میں ترکی میں شائع ہوئی۔ پاک وہند میں کتب فتاویٰ کی مستند کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ (۱۱) شیخ نصیر الدین مینائی کی تالیف ہے، اس کا دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء میں نول کشور پریس لکھنو میں چھپا تھا۔ یہ کتاب بھی کتب فتاویٰ کی مستند کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ (۱۲) بزرگ بن شہریار: عجائب الہند، مطبوعہ لیڈن ۱۸۸۶ء بحوالہ "ہندوستان عربوں کی نظر میں"، مطبوعہ اعظم گڑھ سنہ ۱۹۶۰ء ص ۴-۱۹۳ (۱۳) الجواہر المضئیہ، جلد دوم، ص ۱۵۷ ( ) نزہۃ الخواطر، جلد اول ص ۹۵ (۱۴) سید نوشہ علی: مسلمانان ہندوپاکستان کی تاریخ تعلیم، مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۶۳ء ع ص ۱۷۴ (۱۵) ابوالفضل: اکبر نامہ، ص ۱۷۶ (۱۶) محمد کاظم: عالم نامہ، ص ۱۸۷، صباح الدین: بزم تیموریہ، ص ۲۳۸، شاہ ولی اللہ: انفاس العارفین، ص ۴۹ (۱۷) معین الحق: معاشرتی وعلمی تاریخ، ص ۳۰ (۱۸) مولانا احمد رضاخاں صاحب جو "اعلیٰ حضرت" کے لقب سے مشہور ہیں، بڑے متبحر عالم اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ کے بے شمار فتوے کتابچوں کی صورت میں شائع ہوئے ہیں جو ضخیم کتب فتاویٰ کے علاوہ ہیں، آپ کے تفصیلی حالات کے لیے مولانا رحمان علی کا تذکرہ علمائے ہند کا مطالعہ کیا جائے۔ (۱۹) سنہ ۱۲۹۶ھ میں جب مولانا

* بقیہ صـ 52 پر

جناب محمد یونس میئو صاحب

افغانستان میں طالبان کا جہاد اور حکومت

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب طالبان نے کابل فتح کرکے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ خدا کی قدرت دیکھیئے ذرائع ابلاغ کی ساری دنیا مٹھی بھر بوریا نشینوں کو اہمیت دینے پر مجبور ہوگئی ہے۔ اپنے اپنے کام سے فراغت حاصل کرکے دوست گپ شپ کے موڈ میں تھے۔ سامنے اخباروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا جو افغانستان کی فتوحات کی خبروں سے مزین تھے۔ اچانک ایک دوست نے سوال کردیا۔ یہ طالبان ہیں کون ؟ یہ وہ سوال تھا جو ان دنوں ہر خاص وعام کو درپیش تھا۔ اب جبکہ طالبان افغانستان کے بیشتر علاقہ جات پر قبضہ کرنے کے بعد شمال میں روس نواز دوستم کی باقیات سے برسرپیکار ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ طالبان کون ہیں ؟ کہاں سے نازل ہوئے ہیں ؟ اور کیا چاہتے ہیں ؟۔ شائد ہی کوئی دن ایسا ہوتا ہے جس دن بی بی سی طالبان اور افغانستان کی کوئی خبر نشر کرتا، علاوہ ازیں اخبارات، دینی رسائل وجرائد خاص طور پر ماہنامہ " الحق " کے خصوصی شمارے، الفاروق کے مضامین، سفرنامے، تجزیئے، رپورٹس اور مولانا سمیع الحق کے بیانات اور پی ٹی وی کو خصوصی انٹرویوز سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ طالبان راسخ العقیدہ سنی مسلمان ہیں۔ یہ بات سیاسی اور علمی طور پر انکشاف نہیں ہے۔ افغانستان میں روسی استعمار کے خلاف جہاد میں علماء دیوبند خصوصاً علماء اکوڑہ خٹک کا جہادی کردار دنیائے اسلام کیلئے مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن بعض ملتوں اور ناعاقبت اندیش طبقوں نے نہ جانے کیوں اس اسلامی انقلاب کو تشویش کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے مغربی میڈیا پریس وغیرہ کی تقلید میں مقامی سطح پر طالبان کے خلاف ایک پروپیگنڈہ مہم شروع کی جو بعض حلقوں میں ابھی تک جاری ہے۔ ہمارے قومی اخباروں نے طالبان کی اسلام پسندی پر شک وشبہ کا اظہار کیا حتیٰ کہ " نوائے وقت " جیسے سنجیدہ اخبار نے بھی اپنے اداریہ میں لکھاکہ " نہ جانے یہ طالبان کونسا اسلام نافذ کررہے ہیں " حال ہی میں ایک جہاں دیدہ اسلامی رہنما کا یہ بیان " وہ طالبان کے تصور اسلام سے متفق نہیں " خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ عام طور پر اس تنقید کی بنیاد دو چیزوں دکھائی دیتی ہے۔

ایک یہ کہ " طالبان بنیاد پرست ہیں " اور دوسرے یہ کہ اب افغانستان میں اقتدار کی جنگ ہورہی ہے۔ یہ کرسی کی لڑائی ہے۔ چونکہ محاربین (BELLIGERENTS) مسلمان ہیں۔

دونوں طرف سے نقصان مسلمان کا ہورہا ہے ۔ اس لیے یہ جہاد نہیں ہے بلکہ خون ریزی اور قتل وغارت ہے ۔ بعض لوگ اس جنگ وجدل کو افغانوں کی فطرت ثانیہ بھی کہہ رہے ہیں۔ نیز یہ کہ ان حالات میں پاکستان اور عالم اسلام کو خاص طور پر طالبان کی سیاسی واخلاقی امداد سے کنارہ کشی اختیار کرلینی چاہیئے ۔ مبادا امریکہ پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دے دے ۔ بعض شامت اعمال کے بارے میں لوگوں کا یہ اندیشہ ہے کہ افغانستان میں استحکام کے بعد کہیں طالبان پاکستان کا رخ نہ کرلیں ۔ یہی بدگمانی مشرقی وسطیٰ کی نوآزاد شدہ ریاستوں کو بھی ہے ۔ ایک مخصوص طبقہ نے تو طالبان تحریک کے ڈانڈے امریکہ بہادر سے جاملائے ۔ لیکن یہ بات درایۃً ساقط الاعتبار ہے اور داخلی وخارجی حالات اس امر محال کی تصدیق نہیں کرتے ۔ افغانستان میں اقوام متحدہ (U.N.O) کی بے لبسی وبے چارگی ، طالبان کی مغربی تہذیب کی خلاف اسلامی سرگرمیاں ، امریکہ کے اتحادی فرانس کے دوسفارت کاروں کی گرفتاری ، یورپ کے سنگین مجرم " اسامہ بن لادن " کو امریکہ کے حوالہ کرنے سے انکار جیسے جرات آزما اقدام یہ ثابت کرتے ہیں کہ حکومت افغانستان اب امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے سیاسی فریب میں نہیں آئے گی ۔ تازہ ترین صورت حال نے یہ بات واضح کردی ہے کہ طالبان کسی بیرونی طاقت کے آلہ کار نہیں بلکہ تحریک نظام " خلافت راشدہ " کی علمبردار ہے ۔

ہاں دوستوں کا یہ کہنا بجا ہے کہ طالبان بنیاد پرست ہیں لیکن اس میں گھبرانے کی کوئی وجہ ہیں ہے ۔ جب ہم مسلمان ہیں تو بنیاد پرستی میں کیا برائی ہے ۔ ہر وہ شخص جو اسلام کے بنیادی عقائد توحید ، رسالت ، آخرت وغیرہ پر ایمان رکھتا ہے اور نماز ، روزہ ، جہاد کے فرائض ادا کرتا ہے بنیاد پرست ہی تو ہے اگر مسلمان طالبان کے ذریعے سے راہ راست پر آرہے ہیں تو بڑی خوشی کی بات ہے کیا آپ نہیں چاہتے کہ تحریک اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا پیغام بن کر ابھرے ۔

" بنیاد پرستی " دراصل اسلام دشمن طاقتوں کی پرفریب اصطلاع ہے جیسے انہوں نے بڑی مہارت سے ایک فکری ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے ۔

کیا یورپ کے عیسائی اور امریکہ خود بنیاد پرست نہیں ہے ؟ کیا اسرائیل سے بڑھ کر بھی کوئی بنیاد پرست ہے دنیا میں ؟ کیا امریکہ نے اسرائیل کی حمایت میں عربوں کے خلاف ویٹو کا حق استعمال کرکے بارہا بنیادی پرستی کا ثبوت نہیں دیا ۔ عیسائی اور یہودی اپنے مذاہب اور روایات میں بنیاد پرست ہوسکتے ہیں لیکن مسلمان نہیں ۔ کیا انصاف ہے ؟

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

بنیادی پرستی کا یہ طعنہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی بینا آدمی اپنے دانا دوستوں سے نصف النہار کے وقت یہ کہتا ہے کہ دیکھو سورج نکل ہوا ہے ایسی حالت میں ان خیرخواہ دوستوں سورج پر حیرت کا اظہار کرنے کے بجائے اپنے دوست کی دماغی حالت کی فکر کرنا چاہیے۔

دوسری بات جس پر عوام الناس میں تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہوجاتے ہیں کہ کیا طالبان بھی کرسی کی جنگ لڑرہے ہیں؟ مسلمانوں کی مسلمانوں کے خلاف جنگ جہاد کیسے ہوسکتی ہے۔ یہاں بھی جو لوگ اسلام کے فلسفہ جہاد سے آگاہ ہیں اور افغانستان کے اسلامی مستقبل سے مایوس ہوجاتے، آئندہ سطور پر راقم الحروف اسی علمی مغالطہ کا جائزہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ شاید یہ خامہ فرسائی کسی کے کچھ نام آجائے۔ میں اپنی معروضیات کو دومراحل میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں فیصلہ آپ خود فرمائیں۔ اول یہ کہ اسلام نے جہاد کے جو اغراض ومقاصد بیان کیے ہیں کیا وہ روس کے افغانستان سے جانے کے بعد پورے ہوگئے تھے؟ کم ازکم طالبان سے پہلی حکومتوں نے ان مقاصد کے حصول کی طرف کچھ پیش رفت ہی کی ہو۔ دوسرے یہ کہ کیا جہاد صرف کافروں سے ہوتا ہے؟ کیا کوئی ایسی صورت نہیں کہ مسلمانوں میں قتال ناگزیر ہو جائے۔ نیز ایسی صورت میں آپ کس فریق کو حق بجانب کہیں گے۔ ظاہر ہے وہی گروہ راہ راست پر ہوگا جس کے پیش نظر جہاد کے اسلامی مقاصد ہوں گے۔

مورخین کے اندازے کے مطابق گذشتہ پانچ ہزار سال (۵۰ صدیاں) کے دوران دنیا میں ۱۴۵۰۰ جنگیں لڑی چکیں ہیں، جن میں تقریباً چار بلین (BILIAN) جانیں ضائع ہوئیں۔ بیسویں صدی کی ہولناک لڑائیاں، جنگ عظیم اول اور دوم میں ۶۰ ملین (MILIAN) سے زائد انسان ہلاک اور ۱۱۰ ملین ناکارہ ہوگئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان جنگوں کی بنیاد مذہبی تعصب، استعمار پسندی حرص ملک گیری اور شہرت وناموری کے سوا کچھ اور نہ تھی۔ یہ امتیاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ وہ جب کبھی اور جن حالات میں بھی جنگ (جہاد) کی اجازت دتیا ہے اس کا مقصد شرک مٹانا، توحید کو بلند کرنا اور دین حق کی حمایت ونصرت کرنا اور انسانوں کی حکومت کو مٹا کر خدا کی حکومت قائم کرنا ہوتا ہے۔ اسلام نفس کے لیے، قبیلہ کے لیے، حلقہ اثر کی توسیع کے لیے، آزادی تجارت کے لیے آزادی سمندر کے لیے، ٹھنڈے وگرم پانیوں کی تلاش کے لیے، نوآبادیوں کی آباد کاری اور ان کے تحفظ کے لیے اور برآمدکی منڈیوں کو قائم کرنے کے لئے خون بہانے کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ مخصوص حالات اور پاکیزہ مقاصد کی خاطر جان کی بازی لگانے کی تعلیم دیتا ہے۔ مثلاً اسلام ان

لوگوں سے جہاد کی اجازت دیتا ہے جو ظلم وزیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

" وقاتلوفی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم " (البقرہ ۱۹۰)

" اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں "

دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ " اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا " (الحج ۳۹) (ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی جن پر ظلم کیا گیا)۔ اسلام کمزوروں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کی حمایت میں تلوار اٹھانے کی تلقین کرتا ہے۔ " ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان ...... من لدنک نصیراً " (سورہ النساء ۷۵)

پھر وہ لوگ جو باربار عہد شکنی کرکے نقض امن کا باعث بنتے ہیں ان سے تقال کا حکم ہے۔ چونکہ ان تمام صورتوں میں بنیادی غرض قیام امن ہے، اس لیے جہاد اس وقت جاری رہیگا جب تک ملک میں امن اور عدل وانصاف کی فضاء قائم نہ ہوجائے۔

وقاتلوہم حتی لاتکون فتنہ ویکون الدین للہ۔ (البقرہ ۱۹۳)

" اور تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہوجائے۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا افغانستان کے سابقہ حکمران (موجودہ طالبان مخالف اتحاد) ملک میں امن وامان قائم کرسکے۔ ملک کی تعمیر نو کی طرف توجہ دی گئی۔ حالات گواہ ہیں ایسا نہیں ہوسکا جس کی سب سے بڑی دلیل عوام کا ان کے خلاف ازسرنو اٹھ کھڑا ہونا تھا، یہ حکومتیں غیردل کے زیراثر رہیں اس لیے جہاد کے متوقع ثمرات ضائع ہونا شروع ہوئے۔ حکمران جشن فتح مناتے رہے، عوام میں عدم تحفظ کا احساس بڑھتا گیا۔ شاہراہیں غیر محفوظ رہیں، قتل وغارت کا بازار گرم رہا، عدالتیں فوری اور سستا انصاف مہیا نہ کرسکیں۔ تعلیمی اداروں میں سوشلیسٹ روس کے اثرات جوں کے توں رہے، عوام جنہوں نے جہاد افغانستان میں بے مثل قربانیاں دیں یہ سب کچھ برداشت نہ کرسکے۔ اور اسلام پسند طاقتیں وحدت طالبان کی شکل ایک بار پھر میدان جہاد میں اتر آئیں ان کے مقاصد نیک اور اجتماعی تھے۔ یہ لوگ جذبے خلوص اور ایمان ویقین سے مسلح آگے بڑھے اور دیکھتے دیکھتے ملک کے ۲۵ صوبوں پر قابض ہوگئے۔ جن لوگوں کو طالبان کی افغانستان جانے اور حالات کا تجزیہ کرنی کی توفیق ہوئی وہ جانتے ہیں کہ طالبان کے زیر حکومت علاقوں میں مکمل امن قائم ہوچکا ہے۔ اور خلافت راشدہ کی طرز تشکیل حکومت کا کام جاری ہے۔ جو لوگ ہماری بات کا یقین نہ کرنا چاہیں وہ بی بی سی اور انٹرنیشنل میڈیا کے تبصرہ اور رپورٹیں ملاحظہ فرمالیں، اور اگر پھر

بھی تسلی نہ ہوتو طالبان کی طرف سے " صلائے عام ہے یاران نکتہ دان کے لیے " وہاں جائیں اور حکومت کابل کا تنقیدی جائزہ لیں ۔ اب صورتحال یہ ہے کہ طالبان تقریباً پورے افغانستان میں اپنے قدم جما چکے ہیں ۔ جنرل مالک اور احمدشاہ مسعود وغیرہ کی سیاسی وقانونی حیثیت اب سلطنت کے باغیوں کی سی ہے ۔ مزار شریف ، شمالی علاقوں میں مزاحمت اور احمد شاہ کے اکادکا حملے دم توڑتے ہوئے چراغ سحری کی مانند ہیں ۔ اور اگر یہ جنگ طول بھی پکڑتی ہے تو بھی انشاء اللہ طالبان کے حوصلے اس عارضی جنگی بحران سے پست نہیں ہوں گے ۔ لڑائی میں ایسا ہوتا ہے پھر اللہ کا سپاہی توفتح وشکست سے بے نیاز ہوتا ہے ۔

شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

یہ بات لائق توجہ ہے کہ افغانستان میں وسیع البنیاد حکومت امن کی ضمانت نہیں ہوسکتی ۔ امن کی صرف ایک صورت ہے کہ طالبان مختلف الخیال ٹروپس (TROOPS) کو غیر مشروط طور پر غیر مسلح کرتے چلے جائیں ۔ اور مفتوحہ علاقوں میں شرعی عدالتوں کے قیام پر زور دیں ۔ یہ بات تو دنیا غلط کہتی ہے کہ کابل ان لوگوں کو شریک اقتدار کرے جن کو روس اور بھارت کی اشیرباد حاصل ہے ۔ جب وہ سیاہ وسفید کی مالک تھے تب امن نہیں ہوا تواب دوبارہ امن کا دعوی کیسی منطق ہے ؟ آپ جانتے ہیں کہ یہ بات ریکارڈ ہے کہ قیام پاکستان سے ابتک تمام افغان حکومتیں پاکستان کی خلاف سازشوں میں مصروف رہیں ۔ روس اور بھارت کے زیر اثر پختونستان کا فتنہ برپا کرنی کی کوشش ہوتی رہی ، پاکستانی سفارت خانوں پر حملے ہوئے ، سبز ھلالی پرچم کی بار بار بے حرمتی ہوتی رہی یاد رہے اگر خدا نخواستہ طالبان اپنے مشن میں ناکام ہوگئے تو افغانستان میں بلاواسطہ روس اور بھارت کا اقتدار قائم ہوگا اور یہ پاکستان کے لیے دوسرا کشمیر ثابت ہوگا ۔

پاکستان نے حالات کی اس نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے طالبان کو تسلیم کرلیا ہے ۔ کیونکہ صرف طالبان ہی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ پاکستان دوستی دم بھریں گے ۔ یہ نہ صرف پاکستان بلکہ افغانستان کے سیاسی ومعاشی استحکام کے لیے بھی اشد ضروری ہے ۔ ہماری بحث کا ایک حصہ ابھی تشنہ ہے کہ کیا کوئی صورت ایسی بھی ہوسکتی ہے کہ باہم مسلمانوں کی لڑائی کو جہاد کہا جاسکے ۔ اس سلسلے میں حجت تو علماء کے فتویٰ ہی ہوسکتے ہیں تاہم راقم الحروف کا خیال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا کوئی گروہ کافروں کا آلہ کار بن جائے اور ان کے مفادات اور حقوق کاجانے انجانے میں تحفظ کرنے لگے اور اپنوں کے مقاصد میں غیروں کی ڈھال بن جائے تو قیام امن اور امت مسلمہ

کے حق میں ایسے مسلمانوں سے جہاد جاری ہے۔ فرض کریں کہ بھارت پاکستان سے جنگ کے دوران وہاں کے مسلمانوں کو آگے کر دیتا ہے تو کیا مسلمان ہونے کے ناطے پاکستانی فوج اپنے ہتھیار روک لے گی نہیں بلکہ چاروناچار اسے ان مسلمانوں کی لاشوں سے گزر سے بزدل دشمن تک پہنچا ہوگا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ خلیفہ اول کے زمانے میں بعض لوگون نے اسلام کے بعض احکام سے روگردانی کرنی چاہیئے تو بعض صحابہ کرامؓ نے نرمی کا مشورہ دیا لیکن صدیق اکبر نے ان کے خلاف قتال کا حکم دیا۔ اسلامی حکومتوں کے خلاف مسلمان امرا کی بغاوتیں اور پھر ان کا فرد کرنا اسی ذیل کی جنگیں تھی۔ نورالدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی بیشتر طاقت اپنے ان مسلمان بھائیوں کی تادیب پر صرف ہوتی رہی جو یورپ کے عیسائیوں کے آلہ کار بن چکے تھے۔ اسی طرح سلطان ٹیپو شہید ایک عرصہ تک نظام دکن کے خلاف جنگ کرتا رہا۔ اب کون ہے جو ایوبی ،زنگی اور ٹیپو کے جہاد پر شک کرے گا۔ آج افغانستان میں بھی یہی صورتحال ہے۔ وہاں روس اور بھارت کی مداخلت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ ان حالات میں آپ خود فرمائیں کہ طالبان کا وجود افغانستان میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے کس قدر ضروری ہے۔ یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ طالبان ہی وہ قوت ہے جو کبھی تاڑے وقت میں پاکستان کے کاندھے سے کاندھے ملاکر بھارت کا مقابلہ کرے گی۔ یہ پاکستان کی طرف سے کشمیریوں کے حق میں افغان قوم پر قرض ہے ،لیکن اس سے پہلے اللہ کرے طالبان کو افغانستان میں مکمل فتح حاصل ہو اور پھر اس کے بعد انتہائی کٹھن ذمہ داریاں احسن طریق سے پورا کریں۔ بات صرف تمام ملک کی تسخیر پر ختم نہیں ہوگی بلکہ اصل کام تو اس کے بعد شروع ہوگا۔ ملک فتح کرنا تو کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ چنگیز خان ، ہلاکوخان اور سکندراعظم وغیرہ نے بہت سی ملک فتح کیے لیکن ان کی فتوحات کے نشانات ان کی موت سے بھی پہلے مٹ گئے۔

طالبان حکومت کی اصل کامیابی افغانستان میں مقاصد جہاد کا حاصل کرنا ہے اور وہ ہمیں نفاذشریعت اور امن وامان وغیرہ اس ضمن میں طالبان کو طویل المعیاد منصوبوں اور روایت کانفرسوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے درج ذیل امور پر اپنی توجہ مرکوزکرنی چاہئیے۔

۱)۔ سب سے پہلے اپنے جغرافیائی دفاع کو مضبوط کیا جائے۔

۲)۔ طالبان کو اپنی نظرثانی سرحدوں پر جاگتے رہنا ہوگا۔

۳)۔ آزاد اسلامی عدالتوں کا قیام انصاف کا فوری اور سستا نظام قائم کرنا اور شرعی حدود وتعزیرات کا فوری نفاذ عمل میں لانا۔

۴). تباہ حال افغانستان کی تعمیر نو ایک بہت بڑا چیلنج ہے جس کے لیے حکومت کو بڑی سیاسی بصرت درکار ہوگی۔

۵). سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے لیے اسلامی وشرعی نصاب کی تیاری اور نفاذ، خصوصاً قوانین کے لیے اداروں کا قیام بہت ضروری ہے۔

۶). عالمی سطح پر پائی جانے والی گمانیوں کا ازالہ کرنا بھی حکومت کے فرائض میں شامل ہونا چاہئیے

۷). امیرالمومنین اور جملہ ارکان حکومت کو عام شہری کی زندگی بسر کرنا ہوگی، یہ ایسا چلن ہے جو طالبان کو متحد رکھنے کے لیے اشد ضروری ہے۔

۸). مغربی جمہوریت کی بجائے زندگی کے ہر شعبہ میں نظام "خلافت راشدہ" سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

۹). حکومت کابل کو پاکستان سمیت ان تمام ممالک کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئیے جنہوں نے جہاد افغانستان کے دوران افغان مہاجرین کی اپنے محدود وسائل کے باوجود مناسب حد تک دیکھ بھال کی، نیز ان مہاجرین کی واپسی اور بحالی کا فوری انتظام کیا جائے۔ تاکہ یہ لوگ بھی اپنے وطن کی تعمیر وترقی میں اپنا حصہ ادا کرسکیں۔

۱۰). جملہ امور سلطنت چلانے کیلئے علماء کی ایک مشاورتی کونسل (سپریم کورٹ) تشکیل دیجائے۔

خدا کرے کہ افغانستان کی نئی حکومت امت مسلمہ کی امیدوں پر پورا اترے اور ایشیاء میں اقوام مشرق کے لئے اس کا قیام باعث فخر ومباہات ہو۔ آخر میں علامہ اقبال کے دوشعر طالبان کی نذر، جو شاعر مشرق نے اسلام دوستی کے جذبہ میں ایک ترکی رہنما کے لیے کہے تھے۔ میرے خیال میں آج ان کا جائزہ مصداق افواج طالبان ہی ہیں۔

ہرے ہے چرخ نیلی نام سے منزل مسلمان کی ستارے جس کی گردراہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشت ملت بیضا سے ہے پیدا کہ اقوام زمین ایشیاء کا پاسباں تو ہے

★ بقیہ ص 45 سے

اشرف علی صاحب دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کے لیے تشریف لائے تو اس زمانے کے بیشتر فتاوے مولانا محمد یعقوب (مفتی مدرسہ دیوبند) نے آپ سے لکھوائے، ان کی نقول مولانا اشرف علی اہتمام کے ساتھی رکھیں۔ چنانچہ بعد میں یہ فتوے اور دیگر فتاوے "امداد الفتاویٰ" کے نام سے شائع ہوئے اس کے تین حصے تھے۔ حصہ اول ۱۳۰۱ھ کے فتوے حصہ دوم میں ۱۳۰۱ھ سے ۱۳۱۴ھ تک کے فتوے (بزمانہ قیام کانپور) اور تیسرے حصے میں ۱۳۱۵ھ کے بعد کے فتوے (بزمانہ قیام تھانہ بھون) لکھے گئے، اس حصے کے بیشتر فتوؤں میں مولانا رشید احمد گنگوہی سے مراجعت کی گئی ہے۔ فتاویٰ السنۃ، مطبوعہ بریلوی ۱۳۱۴ھ۔

جناب محسن شمسی
جناب محمد احمد ندوی

عالم اسلام کے احوال

الجزائر کی خونریزی:- الجزائر میں جاری سفاکی نے ایک ناقابل فہم بھیانک شکل اختیار کرلی ہے۔ سارے ہی قانون چاہے وہ سیاسی ہوں۔ دہشت گردی کے ہوں یا پھر بغاوت کے اس بہیمیت پر کسی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس صورت حال سے چند سوال پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہے کہ الجزائر میں کیا ہورہا ہے اور کون کرارہا ہے۔ اگر حکومت کی بات مانی جائے کہ تحریک اسلامی یہ خون خرابہ مچا رہی ہے تو یہ بات قرین قیاس نہیں۔ تحریک اسلامی اپنے خلاف کیوں عوام میں نفرت پیدا کرے گی اور اگر یہ بات مان لی جائے کہ یہ سارا خونی کھیل حکومت کے حفاظتی دستوں کا ہے جیسا کہ اسلام پسندوں کا کہنا ہے تو حکومت کو یہ بات ماننی پڑے گی کہ حالات اب اسکے قابو سے باہر ہیں۔ بے چارے دیہاتیوں پر یہ حملے بکثرت اور خونخوار تر ہوتے جارہے ہیں۔ لوگوں کو جانور کی طرح ذبح کیا جاتا ہے۔ بچوں کو ٹانگ پکڑ کر دیوار پر پٹخ دیا جاتا ہے، عورتوں کی عصمت لوٹنے کے بعد ان کو قتل کردیا جاتا ہے اور مکانوں کو مسمار ونابود کردیا جاتاہے، یہ قتل وغارت گری کے کالے بھوت سائے کی طرح عموماً ان بستیوں پر چھاجاتے ہیں جو کسی فوجی چھاؤنی کے قریب ہوتی ہیں اور راتوں رات ہی ہولناک درندگی وبہیمیت کے مظاہرے کے بعد وہ ان ہی فوجی بیرکوں میں غائب ہوجاتے ہیں، نہ ان کا کوئی سراغ ملتا ہے اور نہ ہی اس سفاکی اور خونریزی کی وجہ بتانے والا کوئی فرد یا گروہ! یہ کون کرتا ہے اور ایسا کیوں ہورہا ہے؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب دینا مشکل ہے۔ نومبر ۱۹۹۷ء کی ایمنٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ دو جگہ تو حکومت کے فوجی موجود تھے جب کہ ان کی مدد کے لیے چیخ وپکار پر کسی فوجی نے پلک تک نہ ہلائی بلکہ بھاگتے ہوئے لوگوں کو گھیر کر واپس ہونے پر مجبور کردیا۔ ماضی میں بھی خونی واقعات ہوتے تھے جن کی ذمہ داری انتہاپسندوں نے قبول کی مگر وہ محتاط تھے اور ان کا نشانہ اپنے کو ترقی پسند اور سیکولر کہنے والے صحافی، مصنف اور سیاستدان ہوتے تھے۔ ان اسلام پسندوں کا مقصد یہ تھا کہ ایک اسلامی حکومت کا قیام ہو جس کے امکان کو ۶ سال قبل ہونے والے الیکشن کورد کرکے ملٹری حکومت نے ختم کردیا تھا۔ مغرب زدہ حکومت کی منطق یہ تھی کہ اگر حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو ہر معاملے میں اپنے کو صرف خدا کے سامنے جواب دہ سمجھتے ہوں تو وہ پھر حکومت کو ہمیشہ اپنے قبضہ میں رکھنے کیلئے کوئی بھی وسیلہ استعمال کرسکتے ہیں اور یہی منطق الجزائر کیلئے

مصیبت بن گئی ۔ اب یہ بات تقریباً صاف ہوگئی ہے کہ اس وقت کی قتل وغارت گری میں حکومت کو معصوم نہیں گردانا جاسکتا بلکہ حکومت کو ملوث نہ سمجھنا حقیقت سے روگردانی ہوگی ۔ حکومت نے خاص طور سے صدر" لینامین زوروال " نے یورپین یونین کے ممالک جنکا خود الجزائر ایک تجارتی حصہ دار ہے کا مشورہ اور دہشت گردی سے مقابلہ کیلئے ہر طرح کی مدد کورد کردیا ہے۔ حکومت یہ بھی نہیں چاہتی کہ وہ متعلقہ فریقوں سے کم ازکم امن پسند اور معتدل پارٹیوں سے بات چیت کرکے یہ مسئلہ حل کرلے ۔ یورپین ممالک کی یونین کے مشورہ کو ٹھکرانے کے باوجود اب جرمنی نے دہشت گردی سے مقابلہ اور دہشت گردی کے شکار مصیبت زدہ عوام کی مدد کی پیشکش کی ہے ، اور انگلینڈ نے اگرچہ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد پر زیادہ زور دیا ہے یہ سب اگرچہ اندھیرے میں جگنو کی روشنی کی حقیقت رکھتے ہیں مگر اس معاملہ میں اسلامی دنیا کی گہری خاموشی سے تو بہتر ہی ہے ۔ قابل غور بات یہ ہے کہ یہ سب قتل وغارت گری الجزائر کے شمالی علاقے میں ہورہی ہے اور حکومت نے کسی طرح سے اس سے جنوبی حصہ سے جہاں زیادہ تر تیل اور معدنی کارخانے ہیں الگ رکھا ہے اس کا زیادہ اثر الجزائر کے جنوب ، مغرب اور خود الجزائر میں ہے اور مغرب کے صوبہ پر اسکا کوئی خاص اثر نہیں ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالات اب بھی قابو سے باہر ہیں حالانکہ ۶۵ ہزار افراد نے پچھلے ۶ سال میں اپنی جانیں گنوادیں ۔ اگر چہ حکومت چاہتی ہے کہ امن وامان ہو تو اسکو پہلا قدم تو یہ اٹھانا ہوگا کہ اپنے پہلے فیصلہ کو کہ " سیاست سے زبان اور مذہب کو الگ رکھا جاسکتا ہے " واپس لینا ہوگا ۔ حکومت کو اس بات کا بھی خیال کرنا ہوگا کہ مسلم انتہا پسندوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اسکے باوجود کہ " دہشت گردوں " کی کافی تعداد حکومت کے فوجیوں نے ختم کردی ہے۔ صدر زوروال حکومت میں تھوڑی جمہوری اصلاحات لائی ہوں گی جن میں الجزائر کے عوام پر جوش جذبات اور امیدوں کی تکمیل کے منصوبے شامل ہوں ۔ ۱۹۹۵ء میں صدر زوروال نے الیکشن جیتا تھا اور امید تھی کہ وہ امن قائم کریں گے مگر ابھی تک ان کا وقت دہشت گردی سے مقابلہ کرنے میں گذر گیا اور کچھ حاصل نہیں ہوا ، اب انکو زیادہ شمولیت والی سیاست کو بروئے کارلانے کیلئے اقدام کرنا چاہئیں۔ لیکن کیا حکومت انصاف پسندی کے ساتھ امن چاہتی ہے ؟ بہت سے الجزائری حکومت کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلح اسلامک گروپ میں حکومت کے جاسوسوں اور فوجیوں نے راستہ بنالیا ہے جو یہ سب کرتے ہیں اور اسلام پسندوں پر اس کا الزام لگاتے ہیں۔ غرضیکہ ایک دوسرے پر الزام تراشی اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک غیر جانبدارانہ طور پر الجزائر کی مدد کرکے یہ پتہ نہ لگایا جائے کہ آخر یہ سب کیا ہورہا ہے ؟ کون ہے اس سب کا ذمہ دار ؟ اس کا پتہ لگانا ہی الجزائر کی سب سے بڑی مدد ہوگی ۔

سات ملین فلسطینی اپنے وطن سے دور دیار غربت میں :- فلسطین کے مرکزی اعداد و شمار کے آفس کے عملہ نے غزہ پٹی اور مغربی کنارہ کے علاقہ میں ایک سروے کیا جس کے مطابق ان علاقوں میں فلسطینیوں کی مجموعی تعداد دو ملین تین سو ہزار سے زیادہ ہے ان میں سے ایک ملین افراد غزہ پٹی میں ایک لاکھ ۸۲ ہزار قدس شہر کے مشرقی حصہ میں اور بقیہ مغربی کنارہ کے علاقہ میں ہیں۔ فلسطینی اعداد و شمار کے دفتر کے مدیر نبیل محمود سہیلی کے بیان کے مطابق دنیا کے مختلف حصوں میں تقریباً سات ملین فلسطینی اپنے وطن سے دور جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

یورپ میں بڑھتی ہوئی نسل پرستی یورپین معاشرہ کے لئے خطرہ :-

حال ہی میں ایک انکشاف کے مطابق ایک تہائی یورپین نسل پرستی کی زد میں ہیں۔ لوکسمبورج میں اس نسل پرستی کو ختم کرنے کے لیے ایک کانفرنس ہوئی جس میں یورپی برادری کے وزیر برائے اجتماعی امور بادیج فلین نے بڑھتی ہوئی نسل پرستی کو یورپی سوسائٹی کے لیے تشویشناک قرار دیا۔ اس نسل پرستی کے میدان میں بلجیم سرفہرست ہے۔ پھر فرانس اور دیگر ممالک ہیں۔

ایرپورٹ پر ہزاروں امریکن مسلمانوں کا نماز عید ادا کرنا :- سات ہزار سے زائد امریکی مسلمانوں نے اس سال نماز عید ایک ایسے میدان میں ادا کی جو فوجوں کے جہاز اترنے کے لیے مخصوص ہے۔ اخبار " المسلمون" کے بیان کے مطابق یہ پہلا اتفاق تھا کہ امریکی بحریہ کا وہ میدان جہاں فوجی جہاز اترتے ہیں، امریکی مسلمانوں کو نماز عید ادا کرنے کے لیے دیا گیا۔ اس میں نماز عید ادا کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے خود کئی بااثر عیسائی پادریوں نے کوشش کی۔ چنانچہ امریکی بحریہ کے جنرل اور پروٹسٹنٹ مسیحیوں کے دینی پیشوا " روبرت مانجوس " جو مذہباً یہودی تھے ان کو اس پر راضی کرنے کی بڑی کوشش کی۔ وہ کہتے ہیں کہ دو دن مانجوس سے اس موضوع پر ہماری بات چیت چلتی رہی، آخر کار وہ راضی ہوگئے اور مسلمانوں کو اس میں نماز ادا کرنے کی اجازت دیدی۔ یہ ہمارے لئے بڑا خوشگوار موقع تھا کہ ہم اسلامی دنیا کی ایک جھلک کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں اس لئے کہ ان کے دین کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کو ہم سمجھتے ہیں۔ اجازت ملنے کے بعد اس میدان میں نماز عید ادا کرنے کا اعلان کیا گیا چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں نے وہاں نماز عید ادا کی۔

انتہاپسند اسرائیلی خاتون کے خلاف اسرائیلی عدالت کا فیصلہ :- فلسطین کے مغربی پٹی کے جنوب میں واقع شہر الخلیل میں اسلام مخالف تصویروں کی تقسیم پر اسرائیلی عدالت

نے ایک انتہا پسند خاتون کو گرفتار کرنے کا حکم صادر کیا۔ مذکورہ خاتون قدس کی رہنے والی ہے۔ اس کا نام سو سکیند عمر ۲۶ سال ہے۔ اس جرم کے علاوہ اس پرچار اور مزید جرموں کے کیس چل رہے ہیں۔ ذرائع کے مطابق توقع ہے کہ اس کو ان جرموں کے بدلے ۲۶ سال کی سزائے قید دی جاتی ہے۔ سو سکیند اصلاً روس کی رہنے والی ہے۔ ۱۹۹۱ء میں اسرائیل منتقل ہوئی، پوچھ گچھ کے دوران اس نے تصویروں کے بتانے کی ذمہ داری تو قبول کی مگر اس کی تقسیم سے انکار کردیا۔ اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تل ابیب کی ایک عدالت نے دہشت گرد یہودی "افیدودن سکین" کی مدت سزا کی توسیع کا فیصلہ صادر کیا جس کو ایک ہفتہ پہلے مسجد اقصیٰ کے میدان میں خنزیر کا سر ڈالنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا۔

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی کو صدمہ

دارالعلوم حقانیہ کے مدرس مولانا محمد ابراہیم فانی کے ماموں مولانا عبدالوحید قاسمی مرحوم فاضل دیوبند کے برادر خورد جناب عبدالرشید صاحب گذشتہ دنوں بقضائے الہیٰ انتقال کرگئے۔ مرحوم انتہائی نیک سیرت، ملنسار، صابر وقانع کم گو اور خاموش طبیعت کے مالک تھے۔ دارالعلوم میں آپ کی روح کو ایصال ثواب کیلئے ختم قرآن کیا گیا اور آپ کیلئے دعائے مغفرت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں ارفع واعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ادارہ فانی صاحب اور مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔ اور قارئین "الحق" سے مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کا متمنی ہے۔ (ادارہ)

دروس الکافیہ

پشتو شرح کافیہ ابن حاجب رح

افادات:-

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ

ناشر:- مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

ذاکر حسن نعمانی

مسلم معاشرے کا سب سے بڑا اور اہم کردار (عالم)

انسان مدنی الطبع ہے۔ مل جل کر رہنا چاہتا ہے، اس کیلئے الگ تھلگ زندگی گزارنا انتہائی دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی خطے میں کوئی بھی انسان آپ کو ایسا نظر نہ آئے گا جو کسی ویرانے میں اکیلا آباد ہو۔ اور آبادی اس سے بہت دور ہو۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہنگامہ شہر سے دور کسی پر سکون اور خوشگوار مقام پر گھر بنالے لیکن اتنے فاصلے پر گھر بنائے گا کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے کسی آبادی یا شہر سے بوقت ضرورت رجوع کر سکے۔ تمام انسانوں میں ایک دوسرے کیلئے زبردست احتیاج پایا جاتا ہے۔ ہر انسان محتاج بھی ہے اور محتاج الیہ بھی۔ معاشرے میں چند قسم کے افراد بستے ہیں۔ ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، تاجر، زمیندار، کاریگر، مزدور، نائی، لوہار، باورچی، فوجی، سپاہی، عالم اور بڑھی وغیرہ۔ ان تمام افراد کا معاشرہ میں بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ یہ تمام افراد بوقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آتے ہیں، ان میں سے کسی ایک کی کمی کی وجہ سے سارے معاشرے کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کسی علاقہ میں ڈاکٹر نہ ہو تو لوگ علاج کیلئے دور دراز کی مسافت طے کرتے ہیں۔ ڈاکٹر کو اگر کسی مزدور کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ مزدور بیمار ہوتا ہے تو ڈاکٹر کا رخ کرتا ہے، کسی کو کسی شرعی مسئلہ کی ضرورت ہو تو عالم کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس احتیاج کی وجہ سے معاشرہ کے تمام افراد تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں ملے جلے ہوئے ہیں۔

ان مذکورہ افراد کی اہمیت میں بڑا فرق ہے۔ بعض کی اہمیت بعض سے زیادہ، کسی کی طرف ضرورت زیادہ اور کسی کی طرف کم۔ ان افراد میں لوگ بعض معزز سمجھتے ہیں اور بعض کو گھٹیا۔ حالانکہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ تصور صحیح نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ کے تحت دنیا کے اس نظام کو چلا رہے ہیں۔ کوئی ڈاکٹر بن رہا ہے کوئی تاجر اور زمیندار۔ کوئی لوہار بن رہا ہے کوئی عالم ہر انسان کے اندر ایک خاص قسم کی صلاحیت ودیعت فرمائی ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرہ قائم ودائم ہے۔ خوشی اور ترقی کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ دنیا ایک کھیل ہے اور اس کا فرد ایک کھلاڑی ہے۔ ہر کھلاڑی اپنی باری پوری کر کے رخصت ہو جاتا ہے لیکن کھیل ختم نہیں ہو رہا ہے۔

کتنے ڈرائیور عالم جاودانی کی طرف سدھار گئے لیکن گاڑیاں چل رہی ہیں ۔ اسلئے کہ ان کی جگہ نئے ڈرائیوروں نے لے لی ۔ بے شمار ڈاکٹر انتقال کر گئے لیکن ہسپتال دن رات علاج معالجہ میں مصروف عمل ہیں اس لئے کہ نئے نئے ڈاکٹر بن رہے ہیں جو بہ طریق احسن کام چلا رہے ہیں ۔ کتنے ائمہ اور خطیب وفات پا گئے لیکن امامت اور خطابت کا کام جاری ہے ۔ کتنے دین کا کام کرنے والے پردہ فرما گئے لیکن دین کا کام اور محنت جاری ہے ۔ یہ تمام کھیل قیامت تک جاری رہیں گے ۔ لیکن کردار بدلتے رہیں گے ۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو دنیا کا قائم رکھنا منظور ہو اس وقت تک کام چلانے والے بدلتے رہیں گے ۔ معاشرے کے ان تمام کرداروں کی اہمیت اور ضرورت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، لیکن ان میں سب سے اہم اور بڑا کردار عالم ہے ۔ اگر معاشرے میں دس اہم کردار ہیں تو گیارھواں عالم ہوگا۔ اگر گیارہ اہم افراد کی ضرورت ہے تو بارھواں عالم ہوگا ۔ عالم ایک کردار ہے اور بقیہ کردار زیادہ ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر کرداروں کے پیدا کرنے والے ادارے زیادہ ہیں مثلاً سکولز، کالج، یونیورسٹی، بازار، منڈی، فیکٹری اور دفاتر وغیرہ ۔

ان تمام کرداروں کے مقابلہ میں عالم اکیلا ہے اس کیلئے وہ ادارہ جہاں سے ایک باصلاحیت عالم پیدا ہو وہ مدرسہ اور جامعہ ہے اس لئے دینی ادارے کم ہونگے اور دنیاوی ادارے زیادہ ہونگے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عالم ایک کردار ہے لیکن اس کا پلہ سب پر بھاری ہے ۔ ڈاکٹر صرف علاج کرتا ہے، بڑھئی صرف فرنیچر بناتا ہے، زمیندار صرف غلے اگاتا ہے ہر ایک فن کا دوسرا محتاج ہے ۔ کسی فن کا عادی ماہر فن کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن ہر فن کا اپنا اپنا دائرہ کار ہے ۔ اپنے دائرہ عمل سے نہیں نکل سکتا ۔ ایک ڈاکٹر بڑھئی کا کام نہیں کر سکتا ۔ ایک بڑھئی ڈاکٹری فن نہیں کر سکتا ۔ ایک ماہر معلم ومدرس اچھا انجینئر نہیں بن سکتا ۔ ہر ایک ماہر فن اپنے فن کا دوسروں کو فائدہ پہنچا رہا ہے ۔ لیکن معاشرہ کے تمام ماہرین فن ہر وقت ایک عالم کے محتاج ہوتے ہیں، ہر ایک ماہر فن کو اپنے فن میں شرعی مسئلہ کی ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے بہ یک وقت سب اہم کردار ایک ماہر عالم کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔

صنعتی انقلاب اور طب جدید کی وجہ سے بے شمار نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں ۔ ان تمام مسائل کے شرعی حل کی ضرورت ایک عالم پوری کرتا ہے ۔

معاشرے کے تمام اہم کردار عالم کا اس میں ہاتھ نہیں بٹا سکتے ۔ ہاں ماہرین فن صرف مسئلہ کی نوعیت اور حقیقت واضح کرتے ہیں ۔ لیکن اس کا شرعی حل صرف ایک عالم ہی بتائے گا ۔

خوشی کا موقع یا غمی کا، نجی محفل ہو یا کوئی کانفرنس، سفر ہو یا حضر، مدرسہ کا ماحول ہو یا باہر کا ماحول۔ ہر جگہ لوگ عالم سے کوئی نہ کوئی مسئلہ دریافت کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ عالم کی طرف سے کسی پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ نہ کوئی فیس مقرر ہوتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں ڈاکٹر، وکیل یا کسی اور ماہر فن سے ہر جگہ ہر محفل میں اس کے فن کے متعلق کوئی مسئلہ دریافت کرنا نہ مناسب ہے نہ ماہرین فن اس کی اجازت دیتے ہیں اور نہ مفت کسی کو مشورہ دیتے ہیں۔ کتنی بھاری بھاری فیس مقرر ہیں۔ لوگ فیس دے کر ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن کسی عالم نے آج تک کسی سے کوئی فیس نہیں لی، نہ کوئی شرط لگائی ہے کہ فلاں جگہ مسئلہ پوچھنا اور فلاں جگہ نہ پوچھنا۔ بلکہ ہر جگہ ہر وقت اور ہر محفل میں مسئلہ بڑی خوشی سے بتادیتے ہیں، کیونکہ ان کا بتایا ہوا مسئلہ دنیا و آخرت کے اعتبار سے بڑا اہم ہوتا ہے۔ سب سے مقدم اس میں اللہ کی رضا اور ثواب کا تصور ہوتا ہے۔

ایک ڈاکٹر بھی عالم سے مسئلہ دریافت کرتا ہے۔ انجینئر بھی۔ غرض ہر اہم فرد اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تمام لوگوں کا اسی پر ہجوم ہوتا ہے۔ معاشرے کے تمام اہم کردار اس کی طرف محتاج ہیں۔ ڈاکٹر پر صرف بیماروں کا ہجوم ہوتا ہے۔ وکیل پر ملزموں اور مجرموں کا ہجوم ہوتا ہے۔ ہر ماہر فن کی طرف اس کے متعلقین رجوع کرتے ہیں۔ جبکہ تمام ماہرین فن کے سب متعلقین عالم کی طرف شرعی مسئلہ کے دریافت کے لئے رجوع کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ایک عالم معاشرے کا اتنا اہم اور بڑا کردار ہے۔ چند بدبخت اس اہم کردار (عالم) کی معاشرے میں ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ ایک عالم کو معاشرے پر بوجھ محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے یہ کم فہم لوگ علماء کو مشورہ دیتے ہیں کہ مدارس میں دوران تعلیم حصول علم کے ساتھ کوئی فن سیکھیں تاکہ عملی زندگی میں معاشرے پر بوجھ نہ ہو۔ مدرسہ میں سیکھے ہوئے فن کی وجہ سے اپنے لئے دو وقت کی روٹی کمائے گا۔ حالانکہ یہ مشاورین یہ نہیں سوچتے کہ مدرسہ کا فارغ دیگر ماہرین فن کی طرح ایک فرد بن جائے گا۔ اس کی علمی حیثیت بے فائدہ ہوکر رہ جائیگی۔ اس کا اپنا کردار ختم ہوکر رہ جائے گا، حالانکہ یہ ایک اہم کردار تھا۔ اگر عالم دیگر افراد کی طرح پیٹ کی کمائی کیلئے صبح سے شام تک تگ ودو شروع کردے تو مسلمانوں کے بچوں کی دینی پڑھائی وغیرہ کا کون ذمہ دار ہوگا؟ نمازیں کون سکھائے گا؟ جنازے کون پڑھائے گا اور مسائل کون حل کریگا۔ جس طرح ایک ڈاکٹر صرف اپنے فن کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوتا ہے۔ اور حکومت اس کی کفیل بن کر تمام ضرورتیں پوری کرتی ہے۔ اگر ڈاکٹر کو یہ مشورہ دیا جائے کہ آپ معاشرے پر بوجھ ہیں لہذا آپ اپنے پیٹ کیلئے کوئی اور دھندہ شروع کریں تو آہستہ آہستہ ڈاکٹروں کی جنس ناپید ہوجائے گی۔

اسی طرح عالم کے بارے میں معاشرہ اور حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ایک عالم کی تمام ضروریات پوری کی جائیں تاکہ عالم یکسوئی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ باوجود حکومت کی بے توجہی کے ایک عالم اللہ کے بھروسہ پر اپنا فریضہ اداکررہا ہے۔ ہاں معاشرے کے متدین حضرات عالم اور مدرسہ کا اس سلسلہ میں بھرپور تعاون کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مدارس چل رہے ہیں۔ بڑے بڑے علماء پیدا ہورہے ہیں۔ لیکن حاکم وقت اور حکومت کی اس بارے میں جو ذمہ داری تھی، اس کی ان کو فکر نہیں۔ ڈاکٹر، انجینئیر یا کسی اور اہم فرد کو حکومت نوکری، رہائش اور آمدورفت کیلئے گاڑیاں تک مہیا کرتی ہے جبکہ دینی ادارہ کا ایک بڑا شیخ الحدیث روڈ پر کھڑا کسی بس وغیرہ کی آمد کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ بس میں بیٹھے لوگ اس کی شکل وصورت کو دیکھ کر اس کیلئے اپنی سیٹ خالی کردیتے ہیں جبکہ بس میں جگہ نہ ہو۔ یا پھر کھڑے کھڑے دوسری سواریوں کی طرح سفر کرتا ہے، مطالعہ کیلئے کسی کتاب کی ضرورت ہو تو خرید نہیں سکتا۔ حالانکہ اس کتاب کی اس کو اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی کتاب لکھ کر چھاپنا چاہے تو جیب اس کی اجازت نہیں دیتی۔ نہ ملک میں ایسی دینی لائبریریاں ہر جگہ مہیا ہیں کہ ہر عالم بوقت ضرورت اپنی علمی پیاس بجھاسکے۔ اس کے مقابلے میں طب وغیرہ میں ہر قسم کی کتابیں مہیا ہوسکتی ہے۔ حکومت اس کی کتنی سرپرستی کرتی ہے معاشرے کے تمام اہم کرداروں کیلئے ہر سال بجٹ سے بھاری رقوم مختص کی جاتی ہیں، جبکہ مساجد اور مدارس کیلئے چندے کئے جاتے ہیں، اور مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے والے ان بے بس اور مجبور علماء کو سب سے اول معیشت کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے جس کے لئے قابل اور ذی استعداد فضلاء کسی کاروبار، سرکاری نوکری یا سکول، کالج میں تدریسی خدمات کو ترجیح دیتے ہیں جس کی وجہ ملک وقوم ایک مثالی عالم سے محروم ہوجاتی ہے۔ اگر حکومت ان ذی استعداد علماء کی ضرورت کی کفیل بن جائے تو اس ترقی یافتہ دور کے اندر نت نئے مسائل کے حل کیلئے قابل فخر علماء کی ایک بہترین کھیپ تیار ہوسکتی ہے۔ لیکن جب سے پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے۔ اس وقت سے لیکر آج تک ساری قوت اگر علم اور اہل علم کے مخالف نہیں رہی تو موافق بھی نہیں رہی ہے۔ لہذا معاشرہ اور صاحبان اقتدار کا فرض ہے کہ دیگر افراد کی طرح مسلمان معاشرہ عالم کو بھی ایک اہم ستون سمجھیں۔ جس طرح پورا معاشرہ مختلف قسم کے افراد کی طرف احتیاج رکھتا ہے اس طرح عالم کی طرف بھی پورا معاشرہ محتاج رہتا ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے اس معاشرے میں ایک عالم کو بھی اس کا صحیح مقام مل جائے۔ تاکہ معاشرہ ہر لحاظ سے کامل واکمل رہے۔

تبصرہ کتب

مولانا محمد ابراہیم فانی

انوارالباری	افادات :- محدث عصر علامہ سید محمد انورشاہ صاحب کشمیری قدس سرہ
شرح اردو	مرتب :- حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ
صحیح البخاری	مکمل سیٹ : ۲۱۰۰ روپے ۔ ناشر :- ادارۂ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

##################

محدث عصر علامہ سید محمد انورشاہ کشمیری قدس سرہ کو علمی دنیا میں خداوند تعالیٰ نے جو اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمایا ہے بہت ہی کم اشخاص کو ایسی شہرت اور یہ عظیم مرتبہ ملا ہوگا ۔ آپکی علمی عبقریت محدثانہ جلالت شان ، فقیہانہ و مورخانہ دقت نظر ، حتکمانہ عظمت و شکوہ اور تمام علوم وفنون میں آپکی بلغ نظری اہل فکر ونظر سے پوشیدہ نہیں ۔ آپ اپنی بےمثال قوت حافظہ اور محیر العقول ذھن کی وجہ سے نہ صرف ایک چلتا پھرتا کتب خانہ تھے بلکہ علم کے اس دریائے ناپیدا کنار سے غواصی کی بدولت ایسی جوہر آشنا شخصیات پیدا ہوئیں کہ زمانہ ان کی عظمتوں کے سامنے سرخم کیے ہوئے نظر آتا ہے ۔ یوں تو آپ تمام علوم وفنون میں یکتائے روزگار تھے لیکن علم حدیث پر جو عبور آپ کو حاصل تھا اور اس علم کی نکتہ سنجیوں سے آپ جس طرح واقف تھے نہ صرف ماضی قریب بلکہ کئی صدیاں آپکی مثال لانے سے عاجز ہیں ۔

مضت الدھور وما اتین بمثلہ ولقد اتی فعجزن عن نظرآئہ ۔

آپ کا درس حدیث صرف حدیث کے متعلق مباحث تک محدود نہ ہوتا بلکہ علم کلام کی موشگافیوں فصاحت و بلاغت کی باریکیوں لغوی تحقیق صرف و نحو کے لطائف ودقائق ، متعارض احادیث میں عجیب وغریب تطبیق ، مختلف فیہ مسائل میں احناف کے قول کو ادلہ سے ترجیح دینے اور عصر حاضر کے فتنوں کے سدباب کیلئے ذخیرہ احادیث سے استدلال وغیرہ جیسے اہم مواد پر مشتمل ہوتا ۔ یہی وجہ ہے کہ اصحاب ذوق اور ارباب فکر آپ کے درس حدیث کو اپنے لیے حرزجاں سمجھتے ۔

یوں تو علم کے اس بحر مواج سے عظیم علمی شخصیتوں نے کسب فیض کیا ہے اور آپ کے افادات اپنی بساط کے مطابق احاطہ تحریر میں لائے ہیں جن میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ ، مولانا بدرعالم میرٹھی رحمہ اللہ ، مولانا عبدالقدیر صاحب قدس اللہ سرہ جیسے جبال علم قابل ذکر ہیں ۔ لیکن آپکی علمی تقاریر کو منفرد انداز میں قلمبند کرنے کا سہرا حضرت امام العصر کے

داماد مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ کے سر ہیں ۔ ان افادات کی عظمت اور مقبولیت کے لیے حضرت محدث کشمیری اور مولانا بجنوری رحمہما اللہ کا نام ہی کافی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری شریف کے تمام مروجہ اردو شروح میں انوارالباری کو فوقیت وافضلیت حاصل ہے ۔ اور اہل علم بالخصوص شیوخ الحدیث اور کتب حدیث کے مدرسین حضرات نہ اس کے نام سے ناآشنا ہیں اور نہ اس کے مطالعہ سے مستغنی ۔ اس کی تقاریر کا اسلوب اور انداز اتنا جامع ہے کہ ایسی مبسوط شرح کی موجودگی میں کسی عربی شرح کو ضرورت نہیں رہتی ۔ لیکن اس کے باوجود ایک افسوسناک امر یہ تھا کہ یہ تقاریر اور افادات جتنے نافع تھے اتنے کمیاب اور ناپید ۔ ان افادات کے مطبوعہ اجزاء کا عدد تو ۱۸ ہے لیکن کمیاب ہونے کے باعث جن حضرات کے پاس یہ علمی سرمایہ تھا وہ اسے کسی کو دینے کیلئے تیار نہ تھے ، جبکہ اہل علم کو اس کی شدید ضرورت تھی ۔ چنانچہ اسی تشنگی کو محسوس کرتے ہوئے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے اس کے مکمل طبع کرنے کا عزم صمیم کیا اور انتہائی تگ ودو محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد اس وقت کامل سترہ حصص کو پاکستان میں پہلی بار شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا ۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ کے مدیر جناب مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب صد مبارکباد کے مستحق ہیں کہ آپ کی کاوشوں کی وجہ سے یہ نایاب موتی اور گہر آبدار دوبارہ اہل علم حضرات کی چشم بصیرت کو نور بخشنے کیلئے جلوہ گر ہوا ۔ اور حافظ صاحب نے کتاب کی معنوی حسن کو محسوس کرتے ہوئے صوری لحاظ سے بھی اسے اپنے حسن ذوق کا آئینہ دار بنایا ۔ امید ہے کہ اہل علم حضرات شیوخ الحدیث اور علم حدیث سے شغف رکھنے والے جوہر شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے ادارہ کی اس عظیم خدمت کی عزت افزائی کریں گے ۔

شرح کی ابتداء میں ایک عظیم علمی اور تاریخی مقدمہ ہے جوکہ بذات خود ایک علمی دائرۃ المعارف اور انسائیکلوپیڈیا ہے ۔ شرح میں جا بجا صاحب افادات نے جو علم کلام سے متعلق بحث اور تحقیق کی ہے اس کی لذت اندوزی کے بابت ہم جیسے تہی دامن اور طفلان مکتب کیا تبصرہ کرسکتے ہیں ؟ انوارالباری کی اہم خصوصیات یہ ہیں : اس میں بخاری شریف کا پورا متن اعراب کے ساتھ اور اردو ترجمہ و تشریحات ، بخاری شریف کی قدیم عربی شروح فتح الباری ، عمدۃ القاری اور ارشاد الساری سے اہم مباحث وضاحت کے ساتھ درج ہیں ۔ دوسرے اکابر حضرت گنگوہیؒ ، شیخ الہندؒ ، حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ کی تقاریر درس ترمذی اور بخاری کے افادات علمیہ بھی شامل ہیں ۔ حضرت کشمیری صاحبؒ کی مطبوعہ درس ترمذی و بخاری و ابوداؤد کی تقاریر ملفوظات عالیہ اور غیر مطبوعہ

تقاریر، درس بخاری کے مضامین بھی قلمبند کیے ہیں۔ اسی طرح مختلف فیہ مسائل میں حنفیہ کے طرف سے دلائل وجوابات کا قابل قدر ذخیرہ موجود ہے۔ جس میں حضرت شاہ صاحب کے قلمی حواشی، آثارالسنن، مسمی، الاتحاف سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ الغرض انوارالباری بخاری شریف کی ایک بھرپور اردو شرح ہے جس کے مطالعہ سے انشاء اللہ سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی و مطالعہ سے انسان مستغنی ہوسکتا ہے۔ ادارہ کی طرف سے کامل سترہ جلدوں کی مکمل سیٹ کی قیمت ۲۱۰۰ روپے ہے لیکن علماء اور طلباء کیلئے کاص رعایتی قیمت ۱۴۰۰ روپے اور مکمل رقم پیشگی بھیجنے کی صورت میں ڈاک خرچ بھی بذمہ ادارہ ہے۔

علماء دیوبند کی یادگار تحریریں مرتب:۔ مولانا محمد اسحاق صاحب۔

ناشر:۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ بیرون بوہڑگیٹ ملتان۔ قیمت دو جلد: ۴۵۰ روپے

اکابرین دیوبند اور اس چشمہ ہدی کے فیض یافتگان پر فیاض ازل کی خاص نظر رحمت ہے کہ دین وشریعت کے متعلق ہر خدمت میں یہ حضرات نہ صرف پیش پیش بلکہ مقدمۃ الجیش کا کردار ادا کررہے ہیں۔ چونکہ آجکل قرطاس وقلم کازمانہ ہے اور جہاد بالسیف کے اہمیت اپنی جگہ پر مسلم مگر جہاد بالقلم کی ضرورت مسلمانوں کو ہروقت رہتی ہے۔ اسلئیے کہ مستشرقین یورپ الحادی فکر ونظر کے حامل مصنفین نےاپنی کج فکریوں کو جولانگاہ کومیدان تحریرو تحقیق منتخب کیا ہے۔ چنانچہ اکابرین وفضلاء دیوبند نے تقریر وخطابت کےساتھ ساتھ ملاحدہ وزناقہ کے مقابلہ میں یہ مورچہ بھی سنبھالا اور الحمدللہ آج علماء دیوبند کی تصنیفات وتالیفات اور مضامین کا ایک عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے۔ جس سے صحیح فکر ونظرکو بالیدگی اور روح کو جلاملتی ہے۔ چونکہ ان حضرات کےپون صدی قبل کے وہ علمی، ادبی، تحقیقی، تنقیدی اورتاریخی مضامین کی نایاب دستاویز جو دارالعلوم دیوبند کے جرائد "الرشید" "القاسم" میں چھپتےرہے لیکن فی الوقت امتدادزمان وبعدمکان کیوجہ سےان نایاب مضامین سےاستفادہ کرنا مشکل ہوگیا تھا اسلئےافادہ عام کیلئے ادارہ تالیفات اشرفیہ نے دوبارہ ان مضامین کو ترتیب دیکر شائع کیاہ ذیل میں چند اکابرؒ اہل قلم کے اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں۔

حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ، علامہ انورشاہ کشمیریؒ، مولانا اعزاز علیؒ، سیدمناظر احسن گیلانیؒ حکیم الاسلام محمد طیب صاحبؒ، مولانا حبیب الرحمنؒ، مفتی عزیزالرحمنؒ، علامہ شبیراحمد عثمانیؒ۔

وغیرہ۔اور ان جیسے دوسرے اکابرین کی ایسی ہی نایاب علمی تحریروں سے آراستہ ایک مفید کتاب جوکہ اہل بصیرت قارئین کےمطالعہ کیلئے ضروری ہے۔ پہلی دوجلدیں طبع ہوچکی ہیں۔ باقی زیرطبع ہیں

(XXXXXXX)

قربانی کی کھالیں

قیامت تک صدقۂ جاریہ بنائیے دارلعلوم حقانیہ بہترین مصرف

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم ڈھائی ہزار طلبہ کی دینی تعلیم وتربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا ان کی قیمت صدقات و عطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ۔ان مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور نصرت آپ کیلئے صدقۂ جاریہ بنے گی، جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری وساری رہے گی۔

ملک بھر کی معروف اور قدیم دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ نے امسال بھی گائے کی قربانی کا معقول انتظام کیا ہے ۔قربانی کی اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کے لئے جامعہ حقانیہ کے دفتر سے رجوع فرمائیں جامعہ میں تینوں دن گائے کی قربانی کا انتظام کیا جاتا ہے ۔خوائشمند حضرات سے درخواست ہے کہ پہلے آئیں اور پہلے پائیں کی بنیاد پر حصہ ڈال کر عنداللہ ماجور ہوں

الداعی الی الخیر۔۔ (مولانا) سمیع الحق مہتمم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

The First Name in Bicycles, brings ANOTHER FIRST

SOHRAB VIP SPORTS

Sohrab, the leading national bicycle makers now introduce the last word in style, in elegance, in comfort... absolutely the last word in bicycles.

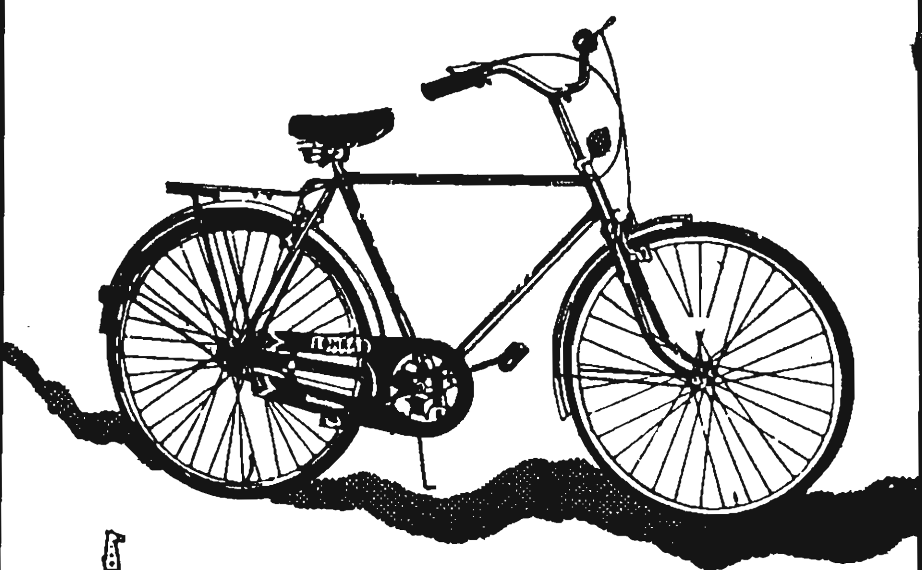

PAKISTAN CYCLE INDUSTRIAL COOPERATIVE SOCIETY LIMITED

National House, 47 Shahrah-e-Quaid-e-Azam, Lahore, Pakistan.

Tel: 7321026-8 (3 Lines), Telex: 44742 CYCLE PK. Fax: 7235143, Cable: BIKE

Regd. No. P-90 Monthly "AL-HAQ" Akora Khattak

دانت دُرست "تَن" دُرست

دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی صحّت کے لیے انتہائی موثر نباتاتی

مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

اچھی صحت کا دارومدار صحت مند دانتوں پر ہے۔ اگر دانت خراب ہوں یا عدم توجہی کے باعث گر جائیں تو انسان دُنیا کی بہت سی نعمتوں اور لذتوں سے لُطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ زمانۂ قدیم سے صحتِ دندان کے لیے انسان درختوں کی شاخیں بطور مسواک استعمال کرتا آیا ہے۔ ہمدرد نے تحقیق و تجربات کے بعد دار چینی، لونگ، الائچی اور صحتِ دہن کے لیے دیگر مفید نباتات کے اضافے کے ساتھ "مسواک ٹوتھ پیسٹ" تیار کیا ہے جو دانتوں کو صاف اور سفید رکھنے کے ساتھ مسوڑھوں کو بھی مضبوط، صحت مند اور محفوظ رکھتا ہے۔

سارے گھر کا ٹوتھ پیسٹ
مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
مسواک کے قدرتی خواص صحتِ دنداں کی مضبوط اَساس

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

Adarts-HMPT-22/95